۱ـ حفیظ القواعد :ـ حسین خان۔ ادیب فاضل

قیمت :ـ پانچ روپے سائز: $\frac{۲۰ \times ۳۰}{۱۶}$

یہ ایک جدید طرز کی قواعد ہے جسمیں اردو قواعد کے جملہ اقسام کو بیان کیا گیا ہے۔ تعلیمی نقطۂ نظر سے ثانوی، اعلیٰ ثانوی، پری یونیورسٹی اور ڈگری کی جماعتوں کے نصاب پر مکمل طور پر حاوی ہے جس کی وجہ سے آندھرا، سری وینکٹیشورا، اناملے اور مدراس یونیورسٹیز کی جانب سے منظور نصاب ہے۔

الغرض اصول قواعد پر بہ لحاظ اختصار و جامعیت اور طلباء کے امتحانی اغراض کیلئے نہایت ہی موزوں اور مفید ترین کتاب ہے۔

۲ـ توشۂ آخرت: حسین خاں۔ قیمت پانچ روپے صفحات ۱۱۲، سائز $\frac{۲۰ \times ۳۰}{۱۶}$

اس کتاب میں اسلامی نظام حیات کے اکثر شعبوں کو نہایت ہی وضاحت اور تفصیل کے ساتھ حدیث و فقہ کی روشنی میں ترتیب دیا گیا ہے جس میں ارکانِ اسلام، اصطلاحاتِ شرعیہ کا مختصر تعارف، طہارت، نماز، عیدین، جمعہ و جماعت، امامت و اقتداء، قربانی، صدقۃ الفطر، سجدۂ تلاوت، مسائل ذبح، خطبۂ نکاح وغیرہ کے تفصیلی احکام و مسائل پیش کئے گئے ہیں۔ اس کتاب کی ایک خوبی یہ ہے کہ مسائل کے

روشنی کے مینار

مؤلفہ و مرتبہ

حسین خاں، ادیب فاضل
پرسیڈنٹ ایوارڈی

ناشر
مکتبہ نور مسلم پورہ، کاولی 524201

حسن ترتیب روشنی کے مینار

نمبر سلسلہ	مضامین	نمبر صفحہ	نمبر سلسلہ	مضامین	نمبر صفحہ
۱	آغاز سخن	۳	۱۴	اپنی بیوی پر شبہ	۲۴
۲	پیش لفظ	۵	۱۵	نصیحت	۲۴
۳	تقاریظ	۷	۱۶	خوف خداوندی	۲۶
۴	بسم اللہ	۹	۱۷	توکل	۲۹
۵	اسلام	۹	۱۸	بہترین اور بدترین	۳۰
۶	اتحاد	۱۰	۱۹	عمل خالص	۳۱
۷	پیکر اخلاق	۱۱	۲۰	روشنی کا مینار	۳۵
۸	ایک یتیم بچہ	۱۲	۲۱	انوکھا مقدمہ	۳۶
۹	ایمان افروز منظر	۱۵	۲۲	سرکاری دورہ	۴۱
۱۰	آسان عمل	۱۶	۲۳	بڑائی کا معیار	۴۵
۱۱	ایک امتحان	۱۸	۲۴	باطنی اشارہ	۴۸
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۷	احترام حدیث	۵۱
۲۸	دین و دنیا کی دولت	۵۱
۲۹	سربلندی کا راز	۵۴
۳۰	ماضی اور حال	۵۵
۳۱	کامیاب تجارت	۵۶
۳۲	مؤثر طرز تعلیم	۵۷
۳۳	نافرمانی کا وبال	۶۰
۳۴	انمول بیٹا	۶۲
۳۵	ہیرا اور پتھر	۶۴
۳۶	کیا تونے حج کیا ہے؟	۶۵
۳۷	نفرت	۶۷
۳۸	انسانی ہمدردی	۶۹
۳۹	انسان کی تلاش	۷۰
۴۰	افضل ترین عبادت	۷۱
۴۱	خداوند کا دروازہ	۷۳
۴۲	ایک حدیث پر عمل	۷۴
۴۳	اس پل پر یا اس پل پر	۷۵
۴۴	رشتہ کا انتخاب	۷۵
۴۵	ایک راز	۸۰
۴۶		
۴۷		
۴۸		
۴۹		
۵۰		
۵۱		
۵۲		

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آغازِ سخن

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

امّا بعد! زیرِ مطالعہ کتاب اسلامی تعلیمات کے سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اس کتاب میں اسلاف کے ایسے واقعات جمع کیے گئے ہیں جنکے مطالعے سے ان کے علمی ذوق وشوق علمِ دین کی قدر وقیمت، اور اسکے لئے جدوجہد کا پتہ چلتا ہے۔ اسمیں ایمان واخلاص کے ایسے نادر اور نصیحت آموز واقعات جمع کئے گئے ہیں جن سے ایمان کو تازگی ملتی ہے اور خدا سے پُرخلوص تعلق کی برکتیں حاصل کرنے کی تڑپ پیدا ہوتی ہے۔

اندھیری راتوں میں چلنے والے قافلے، سمندر کی وسعتوں میں سفر کرنیوالے جہاز، بیابانوں میں سفر کرنیوالے مسافر، روشن ستاروں اور روشنی کے میناروں کی رہنمائی میں اپنے سفر کا رخ متعین کرکے منزلِ مقصود کو پہنچ جاتے ہیں۔ اسی طرح دین کے عالم دنیا والوں کیلئے روشنی کے مینار ہیں

[illegible]

امید ہے کہ اس کتاب سے عوام اور خصوصاً طلبا زیادہ سے زیادہ مستفید ہونگے اور انشاء اللہ اردو زبان سے دلچسپی رکھنے والے ہر گھر میں یہ کتاب روشنی کے مینار کا کام دیگی اور اپنا جائز مقام حاصل کریگی۔

مقام اکاولی
ضلع نیلور
۵ / ۷ / ۸۴ء

فقط
ناچیز
حسین خاں عفی عنہ

پیش لفظ

عالی جناب ڈاکٹر غلام دستگیر صاحب رشید مدظلہ العالی

ایم۔ اے (فارسی) ایم۔ اے (اردو) پی۔ ایچ۔ ڈی۔ سابقہ صدر شعبۂ فارسی عثمانیہ یونیورسٹی۔ پریسیڈنٹ ایوارڈ کی (تمغہ یافتہ صدر جمہوریہ) صدر جامعہ دارالعرفان حیدرآباد (اے۔پی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدا کا شکر ہے کہ آج ملنے کے لئے آنیوالوں میں سب سے پہلے جناب مولوی حسین خاں صاحب تشریف لائے۔ ملکر اور باتیں کر کے دلی خوشی ہوئی۔ آپ ہمارے آندھرا اسٹیٹ کے ا[illegible] خوشی[illegible] ضلع نیلور کے ایک تعلقہ کاولی کے مدرسے

خدا کی توفیق سے آپ اردو زبان ہی نہیں سکھاتے بلکہ طالب علموں اور عام لوگوں کو انسان بنانیکے نہایت ہی اہم کام میں بھی مصروف رہتے ہیں۔ انسان بنانے والی حکمت کی باتوں کو خوب شوق سے سنتے ہیں اور بڑے سلیقے سے ان اچھی اچھی باتوں کو سکھانیکے لئے اخلاقی مضامین کی کتابیں بھی لکھتے جا رہے ہیں اسطرح اردو زبان کے پھیلانے کا کام بھی انہیں کتابوں کے ذریعے انجام دے رہے ہیں۔ انسانیت کے چراغ " پہلے جلا چکے ہیں۔

حفیظ القواعد کے نام سے قواعد کی بنیادیں مضبوط کر چکے ہیں. مجھے انکے ان جذبات کو دیکھ کر اور نئی کتابوں کے مسودوں پر نظر کر کے نہایت خوشی ہوئی۔ خدا کرے انکی یہ کوششیں مقبول ہوں اور انکی اشاعت کثیر ہو۔ مایوسی بھٹکنے نہ پائے اخلاق و آداب کے یہ جوہر سبھوں کے دامن میں پہنچ جائیں۔ میرا انکی خدمت میں مشورہ ہے کہ وہ ملک و قوم اور ہر مذہب و ملت کی تاریخ سے مثالیں چنا کریں۔ اخلاق کے یہ اسلامی نمونے تلگو میں بھی کوشش کریں تو زیادہ فائدہ ہوگا۔

میں انکے تبسم کی جھلک دیکھ کے محشر

تقریظ

عالی جناب ڈاکٹر محمد مرتضیٰ صدیقی صاحب۔
ایم۔اے۔ پی۔ایچ۔ڈی۔

فارمرلی پوسٹ۔ ڈاکٹورل فیلو۔ یونیورسٹی آف کیلی فورنیا۔ U.S.A اینڈ ریسرچ آفیسر سی۔ ایس۔ آئی۔ آر۔ گورنمنٹ آف انڈیا۔

مولوی حسین خانصاحب کی کتاب "روشنی کے مینار" کو دیکھنے کا موقع ملا۔ موجودہ حالات میں طلباء کیلئے یہ کتاب نہایت ہی موزوں اور مفید ہے۔

امید ہے کہ طلباء اسکا مطالعہ کریں گے۔ اور یہ کتاب انہیں اعلیٰ اخلاق و صفات پیدا کرنے میں ممد و معاون ثابت ہوگی۔

مقام محمود
لال ٹیکری۔ حیدرآباد
۲۸ر۹ر۷۹ء۔

فقط ڈاکٹر محمد مرتضیٰ صدیقی
پروفیسر ریاض یونیورسٹی
المملکة العربیة السعودیة۔

تقریظ

عالی جناب محمد حمید الدین حسامی صاحب عاقل
امیر ملت اسلامیہ آندھرا پردیش۔ (ایم۔اے)
رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ۔ بانی و مہتمم دار العلوم

باسمہ تعالیٰ

ادیب فاضل جناب حسین خانصاحب کی تالیف
روشنی کے مینار، کو چیدہ چیدہ دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ موصوف
نے عبرت انگیز واقعات، نصیحت آمیز حکایات اور بزرگوں
کے اقوال کو جمع فرماکر ایک اچھی خدمت انجام دی ہے۔
کتاب شروع سے آخر تک اسقدر دلچسپ ہے، کہ قاری پوری
کتاب ختم کرنے تک تکان محسوس نہیں کرے گا۔
اس دور میں جبکہ اخلاقیات کی تعلیم مدرسوں میں نہیں
دی جارہی ہے طلباء کیلئے بھی یہ کتاب انکے کردار کو درست
کرنے اور انمیں جذبۂ ایمانی پیدا کرنے میں بڑی مددگار ثابت
ہوگی۔

اللہ تعالےٰ اس کتاب کو مؤلف صاحب کے لئے
ذخیرۂ آخرت اور قوم کے لئے روشنی کے مینار بنائے۔

فقط
محمد حمید الدین حسامی عاقل عفی عنہ
۲۴
۹
۸۲ء

حسامیہ منزل
پنجہ شاہ
حیدرآباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کچھ پھول جن کے زینت داماں بنا لیے
وہ پھول جن سے لعل بدخشاں بھی شرمسار

بسم اللہ

جس کام کے شروع میں بسم اللہ نہیں کہی جاتی وہ ادھورا اور بے برکت رہتا ہے۔ اس لئے جب بھی کوئی کام شروع کیا جائے تو خدائے تعالیٰ کے اسم مبارک سے شروع کرنا چاہیئے۔

اسلام جو تہذیب انسان کو سکھاتا ہے اسکے قواعد میں سے ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ وہ اپنے ہر کام کی ابتدا خدا کے نام سے کرے۔ اس قاعدے کی پابندی اگر شعور اور خلوص کے ساتھ کی جائے تو اس سے لازماً فائدے ہونگے۔

آدمی بہت سے بُرے کاموں سے بچ جائے گا کیونکہ خدا کا نام لینے کی عادت اسے ہر کام شروع کرتے وقت یہ سوچنے پر مجبور کر دے گی کہ کیا واقعی میں اس کام پر خدا کا نام لینے میں حق بجانب ہوں۔

اسلام

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اسلام یہ ہے کہ تم اللہ کی بندگی کرو۔ اسکے

نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو، رمضان المبارک کے روزے رکھو۔ حج بیت اللہ کرو۔ نیکی کا حکم دو۔ برائی سے روکو۔ اپنے گھر والوں کو سلام کرو۔ انمیں سے کسی چیز کو جو شخص کم کرتا ہے وہ اسلام کا ایک جزو چھوڑ دیتا ہے۔
اور جس نے اسکو چھوڑ دیا اس نے اسلام ہی سے منہ پھیر لیا۔

اتحّاد

ابو موسیٰ رضہ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان مسلمان کیلئے دیوار کے مانند ہیں۔ جیسے کہ مکان کا ایک حصّہ دوسرے حصّے کو مضبوط رکھتا ہے۔ آپؐ نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر بتایا کہ سارے مسلمان اس طرح آپس میں ملے ہوئے اور جکڑے ہوئے ہیں (مسلم)

نعمان بن بشیر رضہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! تمام مسلمان ایک انسانی جسم کے مانند ہیں۔
اگر اسکے آنکھ دکھے گی تو سارا جسم دکھے گا۔ اسی طرح
سر دکھے گا تو [illegible]

پیکرِ اخلاق

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کچھ آدمی حضور اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کے پاس آئے۔ آپؐ نے انکی مہمان نوازی کے لیئے یہ
بندوبست کیا کہ آپؐ نے اپنے اصحاب سے کہہ دیا کہ ایک ایک آدمی کو لے
لو۔ اور انکی اچھی طرح خاطرداری کرو۔ ان مہمانوں میں ایک
بہت شریر تھا۔ اسے کسی نے منظور نہ کیا۔ آپؐ نے اپنے گھر
مہمان رکھا۔ گھر میں سب آدمیوں کیلیئے جتنا کھانا پکا تھا وہ
اس نیت سے اکیلا ہی کھا گیا کہ سب بھوکے رہیں۔ جب وہ
کھا چکا تو آپؐ نے اسے بہت ہی عمدہ بچھونا دیکر ایک کوٹھری
میں سلا دیا۔ مگر اسے بدہضمی ہو گئی۔ وہ رات بھر وہیں کوٹھری
میں رفع حاجت کرتا رہا۔ اس نے بچھونا تک خراب کر دیا اور
مارے شرم کے وہ صبح سویرے ہی اٹھ کر چلا گیا۔

جب آپؐ اس کی خبر لینے گئے اور اسے نہ پایا تو بہت
افسوس کیا۔ پھر کپڑوں کو اپنے مبارک ہاتھوں سے دھونے بیٹھے
اتنے میں اور اصحاب بھی آ گئے اور وہ یہ حال دیکھکر بہت غصہ
ہوئے مگر آپؐ نے انکا غصہ ٹھنڈا کیا۔ اتفاقاً وہ آدمی اپنی بیش

آپؐ اپنے دست مبارک سے زخم رہے ہیں اور لوگوں کو خفا ہونے سے منع کر رہے ہیں۔ جب آپؐ نے اسے دیکھا تو غصّے کا ایک لفظ تک نہ کہا بلکہ بڑی خوشی سے اس کا حال پوچھا اور تلوار نکال کر اسے دیدی۔

یہ دیکھ کر وہ اسی وقت مسلمان ہو گیا۔

ایک یتیم بچّہ

عید کا دن ہے، مدینے کی گلی کوچوں میں ہر طرف چہل پہل ہے۔ مسلمان نوجوان، بوڑھے اور بچّے صاف ستھرے کپڑے پہنے عید گاہ کی طرف جا رہے ہیں۔ مدینے کی گذرگاہیں تکبیر و تہلیل کی صداؤں سے گونج رہی ہیں، ایک راستے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی عید کی دوگانہ ادا کرنے کے لئے عید گاہ جا رہے ہیں۔ چلتے چلتے ایک مقام پر بے اختیار آپؐ کے قدم رک گئے۔ کچھ بچّے بڑی بے فکری سے اچھے اچھے کپڑے پہنے کھیل کود میں مگن ہیں۔ مگر ایک لڑکا ان سب سے الگ تھلگ غمگین بیٹھا ہے، میلے کچیلے کپڑے پہنے سارے بچوں کو حسرت سے دیکھ رہا ہے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس مصیبت کے مارے لڑکے کے پاس پہنچے۔ اس کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا اور [illegible]

بچے نے سر اٹھا کر دیکھا اور فوراً آنکھیں جھکا لیں، ہمدردی کا برتاؤ دیکھ کر اور تسلی کے جملے سنکر بے اختیار اُسکے آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور ٹالتے ہوئے بولا "چچا میاں میری قسمت میں کھیل اور خوشی کہاں؟ اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

خدا کے رسول کا دل بھر آیا، لڑکے کو گلے سے چمٹا لیا اور فرمایا "بیٹے! بتاؤ تو سہی تمہیں کیا دکھ پہنچا ہے، آخر تم پر کیا مصیبت آپڑی ہے؟"

چچا میاں! آپ میری دکھ بھری داستان سن کر کیا کریں گے، میں ایک یتیم بچہ ہوں، نہ میری ماں ہے اور نہ باپ ...... یہ کہتے ہوئے اس کی آواز بھرا گئی اور وہ جملہ پورا نہ کر سکا۔

خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کو پچکارا اور قریب کر لیا اور کہا، "بیٹے تمہارے ماں باپ کا کب انتقال ہوا؟"

"چچا میاں! میرے ماں باپ ایک جنگ میں کافروں سے لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔ میری ماں نے دوسرا نکاح کر لیا، اور میرے باپ کا چھوڑا ہوا سارا سامان لے کر اپنے نئے گھر میں چلی گئیں، میں بھی خوش خوش اپنی امی کے ساتھ گیا، مگر چند ہی دن

"چچا میاں میرا کوئی بھی تو نہیں ہے"، اور لڑکے کی ہچکی بندھ گئی۔ "میری امی بھی تو کچھ نہیں کرتیں۔ مگر وہ مجبور ہیں اب وہ کیا کر سکتی ہیں۔"

بچے کے حالات سنکر اور اس کا رونا دھونا دیکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے بھی آنسو بہہ پڑے اور بڑے پیار و محبت سے اسکے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا۔

"بیٹے! کیا یہ پسند کرو گے کہ محمدؐ تمہارے باپ بن جائیں، عائشہ رضؓ تمہاری ماں بن جائیں، فاطمہ تمہاری بہن جائیں، اور حسنؓ و حسینؓ تمہارے بھائی بن جائیں۔"

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سنتے ہی بچے نے عقیدت و حیرت کیساتھ آپؐ کے چہرے کو دیکھا۔ اور انتہائی عاجزی اور احترام سے بولا۔ یا رسول اللہؐ! مجھے معاف فرمائیے۔

"پہلی بار میں نے آپؐ کی بات کا جواب بڑی بے توجہی سے دیا تھا، دراصل میں آپؐ کو جانتا نہ تھا۔ یا رسول اللہؐ! میرے ماں باپ ہزار بار قربان ہیں خدا کے رسولؐ پر، حضرت عائشہ رضؓ سے اچھی ماں کہاں ملیں گی، حضرت فاطمہ رضؓ سے اچھی بہن اور حضرت حسنؓ اور حسین رضؓ سے اچھے بھائی کہاں مجھے ملینگے

خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کا ہاتھ پکڑا اور اپنے ساتھ گھر کی طرف لیکر روانہ ہوئے۔ گھر پہنچے، تو حضرت عائشہ رضی سے فرمایا ”عائشہ! لو یہ تمہارا بیٹا ہے، اسے نہلوا کر کپڑے پہناؤ، اور اسے کھانا کھلاؤ۔“

یہ لڑکا آخر دم تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہا، آپ ؐ جب اس دنیا سے رخصت ہوئے، تو اس لڑکے کا برا حال تھا۔ اسکی ہچکی بندھی ہوئی تھی اور وہ کہتا تھا آج میں یتیم ہوگیا۔ ابوبکر صدیق رض نے لڑکے کی یہ کیفیت دیکھی تو پیار سے اسکا ہاتھ پکڑ لیا، اور اپنی سرپرستی میں لے لیا۔

ایمان افروز منظر

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما ہیں۔ ایک ونٹ نے اپنے مالک کا سامان جھٹک پھینکا ہے، نکیل توڑ ڈالی ہے۔ غیض و غضب سے بلبلاتا اور درد و الم سے چیختا چلاتا، گلیوں اور بازاروں سے دوڑتا چلا جا رہا ہے۔ مالک بھی پیچھے پیچھے ہے۔ اونٹ شور مچاتا ہے اور چوکڑیاں بھرتا ہوا سیدھا دربار نبوت میں پہنچا ہے۔ ذرا نو ہو کر کمال ادب سے سرکار

کیا بات ہے؟ اللہ تعالیٰ نے قوت گویائی عطا فرمائی اور گویا ہوا کہ میرا مالک مجھ پر بہت ظلم کرتا ہے، مجھ پر بہت زیادہ بوجھ لادتا ہے، اور حد سے زیادہ مارتا ہے، اور کھانے کو بہت کم دیتا ہے، آپ نے پیار کرتے ہوئے فرمایا کہ گھر جاؤ، میں مالک کو سمجھاؤں گا۔ لیکن اونٹ گھر جانے سے انکار کر دیتا ہے، اسکا کہنا ہے کہ میرا مالک غیض و غضب کی آگ میں جھلس رہا ہوگا، وہ مجھے مار مار کر ادھ موا کر دیگا۔ اتنے میں وہ آدمی بھی پیچھا کرتا ہوا وہاں پہنچ جاتا ہے۔ آپ نے اسکو سمجھایا، اس کو پورا کھانا دینے، کم بوجھ لادنے اور نہ مارنے کی نصیحت کی تب اونٹ اسکے ساتھ واپس گیا۔

آپ کو رب العالمین نے رحمت العالمین کے لقب بے مثال کی خلعت فاخرہ سے نوازا ہے۔ اسلئے کوئی بھی دماغ ایسا نہیں جو آپ کی رحمت العالمین کے آثار کا احاطہ کر سکے۔

(پندرہ روزہ صراط مستقیم۔ برمنگھم۔ یوکے)

آسان عمل

ایک شخص آپکی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا۔ دریا رسول اللہ میں چند برے کاموں میں مبتلا رہتا ہوں، چوری کرتا ہوں، شراب پیتا ہوں، زنا کا مرتکب ہوں وغیرہ۔

ان سب باتوں کو ترک کرنا میرے لئے مشکل ہے کیونکہ میں ان سب کا عادی ہوگیا ہوں۔ مجھے صرف ایک چیز بتائیے جو بس اس پر آسانی سے عمل کرسکوں۔

آپ ؐ نے فرمایا:۔

کیا تم جھوٹ نہ بولنے کا عہد بھی کرسکتے ہو؟۔

اس نے کہا یا رسول اللہ یہ تو بہت آسان ہے میں آپ سے جھوٹ نہ بولنے کا عہد اور وعدہ کرتا ہوں وہ بہت خوش ہوکر چلا گیا کہ رسول اللہ نے مجھے کسی چیز سے نہیں روکا سوائے جھوٹ کے جس پر میں آسانی سے عمل کرسکتا ہوں۔

جب رات آئی وہ حسب عادت چوری کیلئے گھر سے نکلا فوراً اسے خیال آیا کہ دربار نبویؐ میں کل حاضر ہونگا اور مجھ سے پوچھا جائیگا کہ تم نے رات کیا عمل کیا تھا، اسوقت اگر چوری کا اقرار کرونگا تو چوری کی سزا میں ہاتھ کاٹا جائیگا۔ اگر جھوٹ بولوں گا تو عہد شکنی ہوگی، اور عہد شکنی کبھی نہیں کرسکتا، اسطرح وہ چوری کرنے سے باز آگیا پھر شراب نوشی اور زنا کاری کا خیال آیا مگر اپنے دلمیں اسنے کہا کہ حضور نبی اکرمؐ کے سامنے شراب کے اقرار کرنے پر سنگسار یعنی پتھر مار کے ہلاک کیئے جاؤنگا اور جھوٹ بول نہیں سکتا کیونکہ عہد شکنی ہوگی اور عہد شکنی میں نہیں سکتا۔ اسطرح وہ اللہ کے رسولؐ کی تعلیم سے چوری، شراب نوشی اور زنا کاری کے ارتکاب سے تائب ہوگیا۔

ایک امتحان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل سے ایک شخص اندھا ایک مبروص ایک گنجا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے بطور امتحان ان تینوں کے پاس ایک فرشتہ کو بھیجا، وہ فرشتہ اول جس کو برص تھا اسکے پاس آیا اور پوچھا کہ تجھکو کونسی بات سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اس نے کہا میرا جسم اچھا ہونا اور جلد کا رنگ اچھا ہونا مجھے نہایت محبوب ہے، اور یہ مرض مجھ سے دفع ہو جائے۔ کیونکہ لوگ اس مرض کیوجہ مجھ سے کراہت کرتے ہیں۔ فرشتے نے ہاتھ پھیرا اور وہ مرض بالکل جاتا رہا۔ اور اچھا خاصہ رنگ نکل آیا اور جلد وجسم بھی اچھا ہو گیا، اور پھر پوچھا کہ تجھے کونسا مال پسند ہے۔ اس نے کہا اونٹ۔ اس نے اسکو گابھن اونٹنی دے کر برکت کی دعا دی پھر

گنجے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تجھے کیا محبوب ہے۔ اس نے کہا اچھے بال سب سے زیادہ پسند ہیں اور یہ گنجا سر مجھ سے جاتا رہے کیونکہ اس کی وجہ سے لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔ فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیر دیا وہ سب مرض جاتا رہا اور اچھے بال نکل آئے۔ پھر پوچھا تجھے کونسا مال پسند ہے۔ اس نے کہا گائے۔

اس کو گابھن گائے عنایت ہوئی اور برکت کی دعا کی۔
پھر اندھے آدمی کے پاس آیا اور پوچھا کہ تجھے کیا محبوب ہے۔
اس نے کہا مجھے بینائی آجائے اور میں دیکھنے لگوں۔ فرشتے
نے ہاتھ پھیرا اور خدا کی جانب سے وہ بینا ہوگیا۔
پھر پوچھا تجھے کونسا مال پسند ہے۔ اس نے کہا بکری۔
اس کو گابھن بکری مرحمت ہوئی اور برکت کی دعا کی۔ اب
جبکہ سب کے یہاں خوب برکت ہوئی اور گلے کے گلے اونٹ،
گائے اور بکری کے تیار ہوئے۔
پھر فرشتہ پہلے برص والے کے پاس پہلی صورت میں
آیا اور کہا میں مسکین ہوں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ اس
خدا کے نام پر کچھ صدقہ دے کہ جس نے تجھے مرض برص سے
صحت دیا اور تجھے اونٹوں سے مالدار بنایا۔ اس نے کہا
واہ واہ سبحان اللہ تم تو جھوٹ کہتے ہو میں کب مبروص
تھا اور یہ مال تو میرے آبا ؤ اجداد سے حاصل ہوا ہے۔
فرشتے نے کہا اگر تو جھوٹ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ پھر تجھ کو ویسا
سا کردے۔ اسکے بعد وہ فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور اس سے
بھی سوال کیا۔ اس نے بھی پہلے کے مانند جواب دیا اور خدا
کی راہ میں دینے سے انکار کیا۔ فرشتے نے اس سے بھی یہی
کہا جو پہلے والے کو کہا تھا کہ اگر تو جھوٹ کہتا ہے

تو اللہ تعالیٰ پھر تجھ کو پہلا سا کر دے۔
پھر اندھے کے پاس آیا اور وہی سوال کیا۔ اس نے جواب دیا بلا شک میں اندھا تھا خدائے تعالیٰ نے مجھے بینا عطا فرمائی یہ ساری دولت اسی کی دی ہوئی ہے تم جو چاہتے ہولے لو۔ اور جو چاہو چھوڑ دو تمہیں اختیار رہے میں ہرگز کچھ نہ کہوں گا۔
فرشتے نے کہا تجھ کو یہ مال مبارک ہو میں فرشتہ ہوں یہ تیری صرف آزمائش تھی۔ اس میں کامیاب نکلا۔ پہلے کے دو شخص ناکام رہے بغرض وہ دونوں پہلی حالت میں دوبارہ مبتلا ہو گئے۔ بیمار غریب و محتاج بن گئے۔ خدا تجھ سے راضی ہوا اور ان دونوں سے ناراض۔

تقوے کی بہترین مثال

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرماتے کہ اتنے میں ماعزؓ نامی ایک شخص آئے انہوں نے کہا ”اے اللہ کے رسولؐ، مجھ سے زنا ہو گیا، مجھے پاک کر دیجئے!“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”جاؤ استغفار کرو اور توبہ کرو“، یہ کہہ کر آپؐ نے منہ موڑ لیا۔ حضرت ماعزؓ چلے گئے لیکن وہ پھر حاضر ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پھر واپس کر دیا پھر آپؐ نے ان کی قوم کے پاس آدمی بھیجا اور یہ دریافت کیا کہ انکی عقل میں فتور تو نہیں ہے، انہوں نے کہا نہیں وہ ہم میں اچھی عقل والے آدمی ہیں۔ حضرت ماعزؓ پھر حاضر خدمت ہوئے آپؐ نے (انہیں پھر واپس کر دیا اور) ان کی قوم سے پھر تصدیق کرائی۔ قوم نے کہا ان کو نہ بیماری ہے نہ انکے عقل میں فتور ہے۔ حضرت ماعزؓ چوتھی مرتبہ آئے اور اپنے متعلق پھر زنا کی گواہی دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے پاس بلایا اور پوچھا "کیا تمہیں جنون ہے ؟" انہوں نے کہا نہیں، پھر آپؐ نے (لوگوں سے) فرمایا کہ انہوں نے شراب پی ہے۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر ان کا منہ سونگھا تو شراب کی بدبو محسوس نہیں ہوئی پھر آپؐ نے حضرت ماعزؓ سے فرمایا "تم نے اور کچھ کیا ہوگا" کہا "نہیں اس نالائق سے زنا ہو گیا ہے" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تو پھر جو بات میں نے تمہارے متعلق سنی تھی وہ صحیح ہے؟ انہوں نے کہا وہ کیا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم نے فلاں لونڈی کے ساتھ زنا کیا ہے"، انہوں نے کہا "بالکل صحیح ہے"۔ (میں تو خود ہی معترف ہوں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا تمہاری شادی ہو گئی ہے"؟ ۔

انہوں نے کہا "ہاں"، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا "انہیں لے جاؤ اور سنگسار کر دو"۔ لوگوں نے انہیں جنازہ گاہ میں لے جا کر سنگسار کیا۔ انکو نہ باندھا گیا نہ ٹھہرا (گڑھا کھودا گیا، معمولی گڑھا کھود کر اس میں انہیں کھڑا کر دیا) جب انہیں پتھر لگے تو ادھر ادھر بھاگنے لگے، لوگوں نے پکڑ کر سنگسار کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے متعلق کلمۂ خیر کہا اور انکے جنازے کی نماز پڑھی۔ پھر آپؐ نے فرمایا "انہوں نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر پوری امت میں تقسیم کر دی جائے تو اسکو کافی ہو جائے"۔

صحیح تاریخ الاسلام والمسلمین ص ۱۴۴-۴۵ مطبوعہ کراچی

ایک کنول

کنول کا ایک خوشنما پھول پانی پر تیر رہا تھا ہوا کے تند اور تیز جھونکے سے ادھر سے ادھر لئے پھر رہے تھے۔ اور اس کوشش میں تھے کہ اسے پانی میں ڈبو دیں۔ لیکن کنول کا پھول اپنے آپکو سنبھالے رہا۔ اس خوشنما پھول نے ہوا کے سخت سے سخت جھونکوں کا اسطرح مردانہ وار مقابلہ کیا کہ ہوا کے جھونکے انتہائی کوشش کے باوجود اسے ڈبونے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

ا صحیح البخاری کتاب المحاربین من اہل الکفر باب لا یرجم المجنون۔ عن ابی ہریرہؓ و باب الرجم فی المصلی عن جابرؓ و صحیح مسلم کتاب الحدود (خط کشیدہ عبارتیں صرف صحیح مسلم میں ہیں)

معصیت کے طوفان میں بہہ جانے والے بے عمل انسان اپنی ذات کو کنول کے پھول سے مقابلہ کرا ور دیکھ کہ کنول نے پانی میں رہتے ہوئے بھی اپنے آپکو تر دامنی سے بچائے رکھا۔ لیکن ایک تو ہے کہ اپنے آپکو معصیت کے سمندر میں غرق کر دیا ہے۔ اور نفس پرستی کے سیلاب میں تو اسطرح بہا چلا جا رہا ہے کہ خود تجھے معلوم نہیں کہ تیرا انجام کیا ہونیوالا ہے۔ اے انسان کنول کے بے جان پھول سے سبق حاصل کر اور اس سے سیکھ کہ معصیت کے طوفان میں رہتے ہوئے بھی کسطرح اپنے آپ کو تر دامنی سے بچایا جا سکتا ہے۔

دولت کی حقیقت

ابی ہریرہؓ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بندہ میرا مال میرا مال کہتا ہے۔ (یعنی اپنے تمول پر فخر کرتا ہے) اور حقیقت یہ ہے کہ اسکے مال میں سے جو کچھ اس کا ہے وہ صرف تین چیزیں ہیں ایک تو وہ جو کھالیا اور ختم کر دیا۔ دوسرے جو پہنا اور پھاڑ ڈالا۔ تیسرے وہ جو راہ خدا میں دیدیا اور آخرت کے لئے ذخیرہ کر لیا۔ ان تینوں چیزوں کے علاوہ جو کچھ بھی ہے اس سب کو وہ دوسروں کیلئے چھوڑ کر چلا جانیوالا ہے۔ (مسلم)

یعنی اس دنیا میں انسان جو کچھ کھالیا، پہن لیا اور راہ خدا میں دیدیا بس وہ تو اسکا ہے۔ باقی ساری دولت دوسروں کے قبضے میں چلی جاتی ہے۔

اپنی بیوی پر شبہ

ایک دن ایک دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اس نے عرض کیا "میری بیوی نے کالا بچہ جنا ہے اور مجھے اس پر شبہ ہے" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تمہارے پاس اونٹ ہیں؟" اس نے کہا ہاں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انکے رنگ کیسے ہیں؟" اس نے کہا سرخ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ان میں کوئی بھورا بھی ہے؟" اس نے کہا ہاں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وہ کہاں سے آیا؟" اس نے کہا "میں سمجھتا ہوں کہ اس کو اس کی اصل نے اس طرح نکالا ہو!" (یعنی اوپر اصل میں کوئی بھورا اونٹ ہوگا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تو تیرے بچے کو بھی اس کی اصل نے ایسا ہی نکالا ہوگا۔" (یعنی تیرے آباء و اجداد میں بھی کوئی کالا ہوگا جسکے اثر سے یہ بچہ کالا پیدا ہوا ہے)

(صحیح تاریخ الاسلام والمسلمین ص۱۹۵ طبع شدہ کراچی)

خبط

مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھ کر اپنے حواریوں سے فرمایا سنو! یہ تھوڑی دیر ہی میں مرنے والا ہے۔

ا۔ صحیح بخاری کتاب المحاربین من اہل الکفر باب التعریض عن ابی ہریرہؓ

بہت دیر بعد جب وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ جنگل سے واپس آیا تو حواریوں نے کہا یا حضرت یہ تو ابتک زندہ موجود ہے۔ آپ نے اسے اپنے پاس بلایا اور کہا اے شخص کیا تو نے میرے سامنے سے جانکر کوئی نیکی کی ہے؟ اس نے کہا اور تو کچھ بھی نہیں۔ البتہ یہ ہوا کہ میرے ساتھ میرا کھانا تھا۔ میں لکڑیاں چننے کیلئے جا رہا تھا۔ وہاں ایک صاحب نے مجھ سے اللہ کے نام پر کچھ مانگا۔ میرے پاس صرف وہی تھوڑی سی روٹی میرے کھانے کے لیے تھی۔ میں نے وہ روٹی اس مسکین کو دیدی۔ آپ نے فرمایا اچھا تم اپنی لکڑیوں کا یہ بوجھ کھولو تو؟ اس نے کھولا تو اس میں سے ایک کالا ناگ بھنبھناتا ہوا نکلا اور جنگل کی جانب چلا گیا۔ آپ نے لوگوں سے فرمایا یہ ناگ اس کو اسکو ڈسنے اور ہلاک کرنے کے لیئے آیا تھا۔ لیکن اس کی خیرات کی وجہ سے خدا نے اس کی عمر بڑھادی۔ اور اس آفت سے بچالیا"
(خطبات محمدی جلد ۴ ر)

فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ رب کے غصے کو بھی رد کرتا ہے اور بری موت سے بھی حفاظت کا سبب ہے ۔ ۔ ۔
(مشکوۃ شریف)

خوفِ خداوندی

حضرت سلیمان علیہ السلام ایک بار حج کے لیے تشریف لے گئے۔ ان کے ساتھ انکا ہدہد یعفور بھی تھا۔ حج سے فارغ ہوکر وہاں سے یمن کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب آپ کا گذر یمن کے دارالخلافہ صنعاء سے ہوا تو وہاں کے سرسبز و شاداب باغ اور لہلہاتے ہوئے کھیت دیکھ کر آپ نے وہیں پڑاؤ ڈال دیا تاکہ تمام ضروریات سے فارغ ہو کر آگے چلیں گے۔ حضرت کو مشغول دیکھ کر اس زرخیز ملک کی سیر کی خواہش ہوئی، چنانچہ فضا میں اڑ کر چاروں جانب نظر دوڑائی تو اُسے بلقیس کا حسین اور شاداب باغ نظر آیا۔ وہ وہاں اتر گیا اور اس کی ملاقات یمن کے ایک ہدہد سے ہو گئی۔ وہ اس کی طرف جھپٹا اور یعفور سے پوچھنے لگا، کیوں بھائی کہاں سے آرہے ہو؟ اور کہاں کا قصد ہے؟

یعفور: بھائی اپنے آقا سلیمانؑ کے ساتھ ملک شام سے آرہا ہوں۔

یمنی ہدہد: یہ سلیمان کون صاحب ہیں؟

یعفور: سلیمانؑ تمام جنوں، انسانوں، پرندوں، چرندوں، درندوں اور ہوا کے بھی بادشاہ ہیں، ان سب پر انکا قبضہ ہے، اور اللہ نے ہر چیز کو ان کا مطیع بنا دیا ہے۔

اچھا یہ تو بتائیے آپ کہاں کے ہیں؟ یمنی ہدہد: عزیز بھائی، میں تو اسی ملک کا باشندہ ہوں، اس ملک کی ملکہ بلقیس ہیں جسکے پاس بارہ ہزار ایسے جرنیل ہیں جن میں ہر ایک کے تحت ایک ایک لاکھ جنگی سپاہی ہیں، چلئے آپ کو اپنے ملک کی ذرا سیر کرادیں۔

یعفور: میں چلتا تو مگر ایک اندیشہ ہے کہ نماز کے لیے جب سلیمان ع وضو فرمائیں گے اور پانی کی ضرورت ہوگی تو وہ مجھے ضرور معلوم کرائیں گے۔ یمنی ہدہد: چلئے آپ فکر نہ کریں۔ جب آپ جاکر انکو بلقیس جیسی دبدبے والی ملکہ کے خوش کن حالات سنائیں گے تو وہ بہت خوش ہونگے۔

یعفور راضی ہو گئے اور دونوں روانہ ہو گئے۔ یعفور دیر تک سیر و تفریح کرتے رہے، اور کہیں عرصے کے بعد واپس پہنچے۔ ادھر حضرت سلیمان ع نے جہاں پڑاؤ ڈالا تھا، اتفاق کی بات کہ وہاں دور دور تک پانی نہ تھا۔ حضرت نے انسانوں، جنوں اور دیوؤں سے پانی کے بارے میں معلوم کیا لیکن کسی کو خبر نہ تھی۔ پھر آپ ع نے پرندوں کے نگراں گدھ کو بلایا اور اس ہدہد کے متعلق پوچھا۔ گدھ نے کہا: حضور معلوم نہیں وہ کہاں غائب ہیں۔

حضرت کو بہت غصہ آیا۔ ایک تو نماز کو دیر ہو رہی تھی۔

اور پھر یعفور بغیر پوچھے غائب ہو گئے تھے۔ آپ نے کہا اچھا آنے دو اسے ایسی سخت سزا دوں گا کہ یاد کرے گا۔ اگر اس کے پاس کوئی معقول وجہ نہ ہوئی تو بس ذبح ہی کر ڈالونگا۔

پھر آپ نے پرندوں کے صدر عقاب کو بلایا اور اس سے کہا۔ عقاب فوراً یعفور کو میرے پاس حاضر کرو۔

عقاب حکم پاتے ہی ہوا میں اُڑا اور چاروں طرف اپنی تیز نظر دوڑائی۔ کیا دیکھتا ہے کہ کس کیطرف سے یعفور بھاگے آ رہے ہیں۔

عقاب غصے میں یعفور پر ٹوٹ پڑا کہ اس کا کام ہی تمام کر دے۔ یعفور نے خدا کا واسطہ دے کر کہا۔ عقاب! میں تجھے اس خدا کا واسطہ دیتا ہوں جس نے تجھے یہ قوت دی ہے اور میرے اوپر تجھے غلبہ بخشا ہے۔

عقاب نے اسے چھوڑ دیا۔ اور اس سے کہا۔ تیرا بُرا ہو کہاں گیا تھا۔ خدا کے رسول نے قسم کھائی ہے کہ وہ تجھے سخت ترین سزا دیں گے۔ یا ذبح کر ڈالیں گے۔ یعفور ڈر کے مارے کانپنے لگا۔ پوچھا اچھا یہ تو بتاؤ انہوں نے کوئی شرط تو نہیں لگائی تھی؟

عقاب: ہاں یہ کہا تھا کہ اگر وہ کوئی معقول وجہ نہ بیان کر سکا تو میں اسے ذبح ہی کر ڈالوں گا۔

یعفور! خیر تو پھر کوئی پروا نہیں۔ خدا کا شکر ہے سمجھو
کہ میں بچ گیا۔ پھر عقاب اور یعفور دونوں اڑے اور حضرت
سلیمان ع کی خدمت میں پہنچے۔ یعفور اپنی دُم اور پیر پھیلا کر
زمین پر عاجزی اور انکساری سے گھسیٹنے لگا۔
حضرت ع نے غصے میں یعفور کی گردن پکڑی اور زور سے
اپنی طرف کھینچا کہ فوراً ہی یعفور نے کہا؛
"اے خدا کے نبی! یاد کیجئے اسوقت کو کہ جب آپ عزت
جلال والے خدا کے حضور قیامت کے دن کھڑے ہونگے۔
یہ سنتے ہی سلیمان علیہ السلام خوف خداوندی سے کانپ اٹھے۔
یعفور کو معاف کر دیا اور پھر نہایت نرمی سے غیر حاضری کی وجہ
پوچھی تو یعفور نے ملکہ بلقیس کا پورا قصہ سُنایا۔
(حیات الحیوان الدمیری)

توکّل

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک بار چیونٹی سے
پوچھا کہ سال بھر کا تیرا رزق کس قدر ہے۔ اس نے عرض کی کہ
گیہوں کا ایک دانہ۔ آپ نے ایک شیشی میں اس چیونٹی کو بند
کر دیا اور ایک دانہ اس کے کھانے کو شیشی میں ڈال دیا۔
پھر ایک سال کے بعد اس شیشی کو دیکھا تو اسمیں آدھا دانہ
گیہوں کا باقی ہے۔

آپ نے چیونٹی سے پوچھا کہ تو نے پورا دانہ کیوں نہیں کھایا۔ اس نے جواب دیا کہ یا نبی اللہ مجھے ہمیشہ خدا پر بھروسہ رہا کرتا تھا اسلیئے پورا ایک دانہ کھا لیا کرتی تھی۔ لیکن جب سے آپ نے مجھے اس شیشی میں بند کیا ہے ہمیشہ ہی ڈر لگا رہا کہ مبادا سلیمان ع مجھ کو بھول جائیں اور میں بھوکی مروں اس خیال سے ہر روز آدھا پیٹ بھرتی تھی جس کی وجہ سے آدھا دانہ بچ گیا۔

سبحان اللہ اللہ تعالیٰ ہی رازق مطلق ہے ہر ذی روح کو اسی پر توکل ہے اور وہی ہر ایک کا روزی رساں ہے۔

بہترین اور بدترین

حضرت لقمان تو بڑھی کے غلام تھے۔ ان سے ایک روز انکے مالک نے کہا کہ بکری ذبح کرو اور اس کے بہترین اور اچھے سے ٹکڑے گوشت کے میرے پاس لاؤ۔ وہ دل اور زبان لے گئے۔ کچھ دنوں کے بعد ان کے آقا نے پھر بھی حکم دیا اور کہا کہ آج اس گوشت میں سے جو بدترین اور خبیث ٹکڑے ہوں وہ لادو۔ آپ آج بھی یہی دو چیزیں لے گئے۔ مالک نے پوچھا اس کی کیا وجہ ہے کہ بہترین ٹکڑے تجھ سے مانگے تو یہی دو لایا، اور بدترین دو ٹکڑے مانگے تو بھی تو نے یہی لا دیئے۔

یہ کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا: جب یہ اچھے رہیں تو ان سے بہتر جسم کا کوئی حصہ نہیں اور جب یہ بگڑ جائیں تو پھر سب سے بدتر بھی یہی دو ہیں۔
(تفسیر ابن کثیر پارہ ۲۱ ر)

عمل خالص

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ تم سے پہلے جو امت تھی ان میں سے تین آدمی ایک ساتھ سفر میں روانہ ہوئے رات ہو گئی اور یہ تینوں شخص ایک پہاڑ کے غار میں سو گئے۔ اتفاقاً پہاڑ پر سے ایک بھاری پتھر اسطرح آن گرا کہ اس غار کا منہ (راستہ) بند ہو گیا اور یہ تینوں شخص اس غار میں بند ہو گئے۔ اس عمل کے بعد ان تینوں آدمیوں نے آپس میں یہ طے کیا کہ اب تو نجات کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ ہاں ایک راستہ محض یہی ہے کہ ہم تینوں اپنے اپنے اعمال صالحہ کے وسیلے سے اللہ تبارک تعالیٰ سے دعا مانگیں۔ چنانچہ ان تینوں میں سے پہلے ایک شخص نے یہ کہا یا اللہ العالمین تو خوب جانتا ہے کہ میرے ماں باپ عمر طبعی کو پہنچ گئے تھے۔ میرے کئی چھوٹے بچے تھے اور میں بکریاں چرایا کرتا تھا۔ تاکہ ان کا دودھ ان سب کو پلاؤں۔۔

جب شام ہوتی تو میں گھر آتا دودھ دوہتا۔ اور سب سے پہلے اپنے والدین کو دودھ لاکر پلاتا تھا۔ اسکے بعد بیوی بچوں کو پلاتا تھا۔ مگر اتفاقاً ایک روز چراگاہ کے درخت مجھے دور لے گئے اور وقت پر گھر واپس نہ آسکا۔ یہاں تک کہ شام ہوگئی۔ جب گھر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ ماں باپ دونوں سو چکے تھے۔ میں دودھ سے بھرا پیالہ لیئے انکے سرہانے کھڑا رہا اور ادب کے مارے انہیں جگانے کی جرأت نہ کرسکا۔ ادھر میرے بچے پاؤں کے پاس پڑے بھوک سے پریشان ہوکر روتے ہوئے مجھ سے دودھ کا تقاضا و مطالبہ کرتے رہے یہانتک کہ صبح ہوگئی اور ماں باپ از خود نیند سے بیدار ہوئے تو میں نے پہلے ماں باپ کو دودھ پلایا پھر اس کے بعد بیوی بچوں کو دودھ پینے کے لیئے دیا۔

اے بار الہٰی! اگر میرا یہ عمل صالح خالص تیری رضا کے لیئے تھا تو اس عمل کی برکت سے اس پتھر کو ہٹادے جو اس غار پر پڑا ہے اور جسکی وجہ سے راستہ بند ہے۔ اس دعا کے بعد پتھر تھوڑا سا ہٹا اور غار کے اندر کچھ روشنی نظر آئی مگر پتھر اتنا نہیں ہٹا کہ یہ تینوں غار سے باہر نکل پاتے۔

اسی طرح اب دوسرے شخص نے اس کے بعد اللہ تبارک تعالیٰ سے یہ دعا مانگی کہ اے اللہ تو خوب جانتا ہے کہ مجھے اپنے چچا کی لڑکی سے کس حد تک محبت تھی ایکبار میں نے اس اپنی خواہش کا

اظہار کیا تو اس نے میری خواہش کو ٹھکرا دیا۔ کچھ ہی عرصہ بعد
اتفاقاً قحط پڑا اور وہ بھی قحط کی مصیبت اور فاقوں سے تنگ
آکر میرے پاس آئی میں نے اسے ایکسو بیس ۱۲۰ دینار اس شرط
پر دیئے کہ وہ اپنے نفس کو میرے حوالے کر دے لہٰذا اس نے
مجھے اجازت دیدی مگر میں جب اس پر قادر ہوا تو اس نے
کہا کیا تیرے لیئے اس چیز کا استعمال جائز اور درست ہے
جو تجھ پر حلال نہیں حرام ہے؟۔
میں یہ سنتے ہی اس سے الگ ہو گیا اور زنا کا ارادہ ترک
کر دیا اور وہ دینار اسے دیکر رخصت کر دیا۔ اے رب العالمین!
اگر یہ میرا عمل خالص تیری رضا و خوشنودی کیلیئے تھا تو تو اس
عمل کے برکات سے اس پتھر کو ہٹا دے۔ اس دعا کے بعد پتھر
پھر ایک بار تھوڑا سا ہٹا، لیکن اتنا نہیں ہٹا کہ یہ لوگ اس
غار سے نکل سکتے۔
اب آخیر میں اس تیسرے اور آخری شخص نے اس طرح
دعا مانگی کہ اے اللہ تو اچھی طرح جانتا ہے کہ میں نے ایک دفعہ
اپنے یہاں مزدوری کے لیئے کچھ مزدور مقرر کیئے تھے اور ان
مزدوروں کی مزدوری چاول کی کچھ مقدار مقرر کی گئی تھی۔
جب میں نے مزدوروں کی مزدوری تقسیم کرنے لگا تو ایک
مزدور اپنی مزدوری کے چاول چھوڑ کر چلا گیا۔

میں نے اس مزدور کے ان چاولوں سے (جو وہ چھوڑ کر چلا گیا تھا) کاشت کرنا شروع کر دی۔ رفتہ رفتہ اس کی کاشت کثیر مال کی شکل میں ہو گئی۔ اب عرصہ دراز کے بعد وہ مزدور میرے پاس آیا اور اپنی مزدوری کو طلب کیا۔ میں نے اس سے کہا کہ یہ اونٹ، بکریاں اور گائیں سب تیری مزدوری کے ہیں لہٰذا ان سب کو تو لے جا۔

مزدور نے کہا مجھ سے مذاق نہ کرو بلکہ میری مزدوری کے جو چاول ہیں وہ مجھے دیدو۔ میں نے اس مزدور سے کہا کہ میں مذاق کیوں کرونگا دراصل یہ تیری مزدوری کے چاولوں سے ہی اتنا کثیر مال جمع ہو گیا ہے کیونکہ میں نے تیرے ہی ان چاولوں سے کاشت کرنا شروع کر دی تھی جو کچھ پیدا ہوتا رہا میں سے بڑھاتا رہا۔ یہ سنتے ہی وہ اس تمام مال پر قابض ہوا اور تمام مال و مویشی لے کر چلا گیا۔

اے خداوند قدوس اگر میرا یہ عمل خالص تیری رضا اور خوشنودی کے لئے تھا تو تو اس پتھر کو اس غار پر سے ہٹا دے۔ چنانچہ اس تیسرے اور آخری شخص کی دعا کے بعد وہ بند غار کے منہ پر سے بالکل ہٹ گیا اور پھر یہ تینوں اشخاص غار سے باہر نکل آئے۔

(بخاری و مسلم۔ بطریق مختلفہ عن ابن عمرؓ)

ایک لمحے کے لئے سوچئے!

آج آپنے قرآن کے کچھ حصے کا مطالعہ کیا ہے؟ قرآن
کی کوئی سورۃ یا آیت زبانی یاد کی؟ قرآن کے کسی حصے کو ترجمہ
و تفسیر سے سمجھنے کی کوشش کی؟ قرآن یا حدیث کی کسی آیت
یا حکم پر عمل شروع کیا؟ اپنے گھر والوں کو دین اسلام کے بارے
میں ھدایت کی؟۔
اگر نہیں! تو آج آپ نے اپنی عمر عزیز کا ایک اور قیمتی دن یونہی
ضائع کر دیا۔ کوشش کیجیے آئندہ کل آج سے بہتر گذرے۔ آمین۔

روشنی کا مینار — خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

کے حالات میں لکھا ہے کہ آپ میں زہد و تقویٰ بہت زیادہ
تھا اور آپ فروتنی، تواضع اور خوش خلقی میں بہت آگے تھے۔
کھانے، پینے، اور پہننے میں انتہائی سادگی تھی۔ حتیٰ کہ خلافت
کے دور میں بہت ہی معمولی لباس استعمال کرتے تھے۔ مگر
رعب، ادب اور ہیبت کا یہ حال تھا کہ شاہوں اور شہنشاہوں
سے زیادہ حیثیت رکھتے تھے۔ اور ان کے رعب و جلال سے
ہر شخص گھبراتا تھا۔

چنانچہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی خدمت میں ملک عرب کے زعماء و شرفاء اور یمن کے بادشاہ نہایت زرق و برق لباس میں یوں آئے کہ بدن پر حریر و دیبا اور زربفت کے بہترین اور خوش منظر کپڑے اور سر پر تاج تھے۔ مگر جب انہوں نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر رضؓ کی انتہائی سادگی اور بے تکلفی کے باوجود انکے وقار، ہیبت اور رعب و ادب کا یہ عالم ہے کہ لوگ انکو دیکھ کر کانپ رہے ہیں تو انہوں نے اپنے جسم اور سر سے یہ سب اتار دیا، ان ہی میں یمن کا بادشاہ ذوالکلاع حمیری بھی تھا اسکے ساتھ گھر اور خاندان والوں کے علاوہ ایک ہزار غلام آئے تھے۔ اور اسکے سر پہ سنہرا تاج اور بدن پہ بہترین قسم کے کپڑے تھے، جب اس نے حضرت ابوبکر رضؓ کی سادگی اور انکے رعب و دبدبہ کو دیکھا تو اپنے شاہی کپڑے اتار کر حضرت ابوبکر رضؓ کی جیسی سیرت اختیار کر لی اور سیدھی سادی زندگی بسر کرنے لگا۔

(مروج الذہب جلد ۲ ص ۳۱۵)

انوکھا مقدمہ

حضرت عمر رضؓ کے عہد خلافت میں مسجد نبوی ہی ایوان خلافت تھا اور اسی کے کچے فرش پر بیٹھ کر ایشیا اور افریقہ کی قسمتوں کے فیصلے ہوا کرتے تھے۔ پانچوں وقت کی نماز بھی خلیفۂ وقت اسی مسجد میں پڑھایا کرتے تھے۔

غرض ہر وقت مسجد آنے جانے والوں سے بھری رہتی تھی۔ حضرت عباسؓ عم رسول کریمؐ کا مکان مسجد نبویؐ سے متصل واقع تھا اور اسکا پرنالہ مسجد نبویؐ میں گرتا تھا۔ بعض اوقات اس میں سے پانی آتا تو نمازیوں کو تکلیف ہوتی چنانچہ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں مسجد کا احترام اور نمازیوں کے آرام کی خاطر اس پرنالہ کو اکھڑوا دیا۔ حضرت عباسؓ مالک مکان اتفاق سے اسوقت موجود نہ تھے۔ جب حضرت عباسؓ باہر سے تشریف لائے تو یہ دیکھ کر برا فروختہ ہوئے اور فوراً قاضی شہر کے یہاں خلیفۂ وقت پر دعویٰ کر دیا۔ اسی وقت حضرت سید الانصار ابی بن کعبؓ (قاضی شہر) نے دنیا کے سب سے بڑے حکمران کے نام فرمان جاری کر دیا کہ آپ کے خلاف عباسؓ بن عبدالمطلب نے مقدمہ دائر کیا ہے، اور انصاف چاہا ہے۔ آپ حاضر ہو کر مقدمہ کی پیروی کریں۔

کوئی معمولی حاکم یا بادشاہ ہوتا تو اس طلبی کو اپنی توہین سمجھتا۔ مگر عرب و عجم کا بے تاج شہنشاہ نہایت سادگی کے ساتھ تاریخ مقررہ (قاضی شہر) کے مکان پر حاضر ہو گیا۔ اندر آنیکی اجازت بہت دیر میں ملی۔ کیونکہ حضرت ابی بن کعبؓ نہایت مصروف تھے۔ اتنی دیر حضرت امیر المومنینؓ باہر کھڑے انتظار کرتے رہے۔

مقدمہ پیش ہوا تو پہلے حضرت عمرؓ نے کچھ کہنا چاہا۔ مگر فاضل منصف نے رد کر دیا اور فرمایا کہ مدعی کا حق ہے کہ پہلے اپنا دعویٰ پیش کرے۔ مہربانی فرما کر آپ خاموش رہیں۔

بات قاعدے کی تھی۔ امیر المؤمنین چپ ہو گئے۔ اور مقدمے کی کارروائی شروع ہو گئی۔

حضرت عباسؓ نے بیان دیتے ہوئے فرمایا "جناب میرے مکان میں پرنالہ شروع ہی سے مسجد نبوی کی طرف تھا۔ آنحضرتؐ کے زمانے میں بھی یہیں تھا، اور خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد میں بھی اسی جگہ پر رہا۔ مگر اب امیر المؤمنین حضرت عمرؓ نے اسے اکھاڑ کر پھینک دیا ہے جس سے میرا نقصان بھی ہوا اور مجھے تکلیف بھی پہنچی، میری غرض یہ ہے کہ میرا انصاف کیا جائے۔"

حضرت ابی بن کعبؓ نے فرمایا بے شک آپ کے ساتھ انصاف کیا جائے گا۔ فرمائیے امیر المؤمنین آپ صفائی میں کیا کہنا چاہتے ہیں؟

حضرت عمرؓ نے کہا "پرنالہ بے شک میں نے اکھاڑ دیا اور میں اس کا ذمہ دار ہوں"۔

ابی بن کعبؓ "آپ کو دوسرے کے مکان میں اس کی اجازت کے بغیر اس طرح مداخلت بیجا سے اجتناب کرنا چاہیئے تھا۔ وجہ بتائیں کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟

حضرت عمرؓ: دادا سے محترم ابوالطفیل، پرنالے میں سے بعض اوقات پانی آتا تو چھینٹیں اڑ کر نمازیوں کے کپڑوں پر پڑتیں۔ لہذا لوگوں کی سہولت و آرام کے لئے میں نے پرنالے کو اکھاڑ دیا۔ اور اس معاملے میں جہانتک میں سمجھتا ہوں کوئی نامناسب بات نہیں کی"۔

ابی بن کعبؓ: بولئے ابوالفضل! آپ اس کے جواب میں کیا کہنا چاہتے ہیں؟

حضرت عباسؓ: جناب واقعہ یہ ہے کہ حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے لئے خود اپنی چھڑی مبارک سے نشانات قائم کئے اور میں نے انہیں نشانات پر اپنا مکان بنایا۔ جب مکان بن چکا تو یہ پرنالہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حکم سے رکھوایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ میرے کندھوں پر کھڑے ہو جاؤ، اور یہ پرنالہ یہاں لگا دو۔ میں نے ادباً انکار کیا۔ مگر حضورؐ نے بہت اصرار کیا۔ چنانچہ حضورؐ نیچے کھڑے ہو گئے اور میں نے حضورؐ کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے آپؐ کے کندھوں پر چڑھ کر یہ نالہ یہاں لگا دیا تھا، جہاں سے امیرالمؤمنین نے اکھاڑ دیا ہے۔

ابی بن کعبؓ: ابوالفضل! کیا آپ اس واقعہ کا گواہ پیش کر سکتے ہیں۔

حضرت عباسؓ: ایک دو نہیں بلکہ متعدد گواہ پیش کئے جا سکتے ہیں

ابی بن کعبؓ :- اچھا لائیے ، اور ابھی لائیے تا کہ جھگڑے کا فیصلہ ابھی ہو جائے۔

حضرت عباسؓ باہر نکلے اور چند انصاریوں کو تلاش کر کے لائے۔ جنہوں نے شہادت دی کہ :- ہمارے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عباسؓ کو اپنے مونڈھوں پر چڑھا کر پرنالہ نصب کرنیکا حکم دیا تھا،،

گواہی ختم ہوتے ہی دنیا کا سب سے بڑا شہنشاہ جو اب تک آنکھیں نیچی کئے سامنے کھڑا تھا، آگے بڑھا، اور حضرت عباسؓ سے کہنے لگا۔ اے ابو الفضل خدا کے لئے میرا قصور معاف کیجئے مجھے ہرگز علم نہ تھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یہ نالہ یہاں لگوایا تھا۔ ورنہ بھول کر بھی یہ فعل ہرگز سرزد نہ ہوتا۔ بھلا میری کیا مجال تھی کہ آنحضرتؐ کے لگائے ہوئے پرنالے کو اکھاڑتا۔ یہ جو کچھ ہوا لاعلمی میں ہوا۔ اور اب اس کی تلافی اس طرح ہو سکتی ہے کہ آپ میرے کندھوں پر کھڑے ہو کر پرنالے کو بدستور اپنی جگہ پر لگا دیں۔

ابی بن کعبؓ :- ہاں امیر المؤمنینؓ! انصاف یہی چاہتا ہے اور آپ کو ایسا ہی کرنا چاہیئے۔

تھوڑی دیر بعد لوگوں نے دیکھا کہ قیصر و کسریٰ کے بادشاہوں کو شکست دینے والا جرنیل نہایت مسکین کے ساتھ دیوار کے

نیچے کھڑا ہے، اور عباسؓ ان کے کندھوں پر چڑھ کر پرنالے کو اسی جگہ لگا رہے ہیں۔

دنیا بھر کی تاریخیں ٹٹول ڈالو اپنے مطاع کی ایسی اطاعت و محبت، انصاف وعدل اور مساوات کا ایسا محیر العقول واقعہ تم کہیں نہیں پاؤ گے۔

جب پرنالہ نصب ہوچکا تو عباسؓ فوراً نیچے کود پڑے، اور کہنے لگے در امیر المؤمنین! یہ جو کچھ ہوا اس حق کے لئے ہوا جو واقعی میرا تھا۔ اب جبکہ آپ کی انصاف پسندی کی بدولت وہ حق مجھے مل چکا تو میں اس بے ادبی کی معافی چاہتا ہوں۔ اور نہایت خوشی کے ساتھ اپنے سارے مکان کو خدا کی راہ میں وقف کرتا ہوں کہ اسے گرا کر مسجد نبوی میں شامل کر لیا جائے تاکہ تنگی کی وجہ سے نمازیوں کو جو تکلیف ہوتی ہے وہ ایک حد تک دور ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ میری اس کوشش کو قبول فرمائے۔

سرکاری دورہ

فاروق اعظمؓ سرکاری دورے پر تھے، جب ملک شام سے واپس آ رہے تھے، تو راستے میں ایک خیمہ نظر پڑا۔ شہر سے دور جنگل میں خیمہ دیکھا تو فوراً اتر پڑے، دل میں سوچا، شہر سے دور بسنے والے ان خستہ حال لوگوں کے حالات بھی ذرا معلوم کرتے چلیں، اور خیمے کے دروازے پر پہنچے۔

دیکھا کہ ایک بڑھیا دروازے میں ماتھے پر ہاتھ رکھے بیٹھی ہوا
ہے۔ چہرے کی جھریاں اور پیشانی کی شکنیں بتا رہی ہیں، کہ
غم کی ماری بڑھیا زندگی کے دن بڑی تکلیف اور مصیبت میں
بتا رہی ہے۔

امیرالمؤمنین نے بڑھیا کو سلام کیا، خیریت معلوم کی، اور پھر
باتوں باتوں میں پوچھا، بڑی بی! تمہیں عمرؓ کا کچھ حال معلوم ہے"
بڑھیا تو جیسے بھری بیٹھی تھی، "مجھے عمرو مرسے کیا مطلب
مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ میں انکا حال معلوم کروں، میرے
لئے اپنی ہی فکریں کیا کم ہیں، ہاں سنا ہے کہ شام کے سرکاری
دورے پر گئے تھے، اور اب وہاں سے واپس مدینے جانے کیلئے
روانہ ہو چکے ہیں، بڑھیا نے کچھ اس قدر بیزاری کے ساتھ روکھے
لہجے میں خلیفۂ وقت کا ذکر کیا، کہ فاروق اعظمؓ سوچ میں پڑ گئے۔

"بڑی بی! آخر تم عمر سے اسقدر بیزار کیوں ہو؟" امیرالمؤمنین
نے بڑی نرمی سے پوچھا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم عمرؓ کا قصہ کیوں لے بیٹھے۔
مجھے عمرؓ سے کیا مطلب! میں تو ایک زمانے سے اسی طرح تنہائی
میں بے کسی اور تنگی کی زندگی گذار رہی ہوں، کبھی جو عمر نے میری
خبر لی ہو، اور میری غربت پر ترس کھا کر کوئی کوڑی بھجوائی
ہو۔ قیامت کے روز ہی خدا کے روبرو میرا اور اسکا انصاف ہوگا"

بڑھیا نے اونچی آواز میں مسافر سے کہا۔
"بڑی بی! کیا تم نے کبھی عمرؓ کو اپنے حال کی خبر دی ہے؟"۔
فاروق اعظمؓ نے سنجیدگی سے سوال کیا۔
"واہ خوب! آپ بھی خوب باتیں کرتے ہیں، میں بتاؤں گی انہیں اپنا حال؟ کیا زمین کے اس حصّے پر ان کی حکومت نہیں ہے؟ کیا میرا خیمہ اسلامی حکومت کی حدود سے باہر ہے؟ کیا اسلامی حکمراں کا یہ فرض نہیں ہے کہ وہ اپنی رعایا کی خبرگیری کرے اور ان کی ضرورتیں معلوم کرے؟" بوڑھی خاتون جوش میں بولے جا رہی تھی۔
"بڑی بی! تم خفا کیوں ہو رہی ہو؟ تم شہر سے اتنی دور اس سنسان علاقے میں رہتی ہو، عمرؓ کو تمہارے حال کی کیا خبر؟ آبادی سے اتنی دور رہنے والوں کا حال انہیں کیسے معلوم ہو سکتا ہے! ہاں تمہاری پریشانیوں کا حال معلوم ہونے کے بعد اگر وہ غفلت کرتے اور تمہاری ضرورتوں کا خیال نہ کرتے تو واقعی وہ خطا کار تھے"، فاروق اعظمؓ نے بڑھیا کو سمجھاتے ہوئے بڑے نرم لہجے میں کہا۔ "ماشاء اللہ آپ تو سمجھدار آدمی ہیں۔ آپ یہ کیسی نادانی کی باتیں کر رہے ہیں! میں کہتی ہوں کہ اگر عمرؓ اتنی دور کے حالات کی اسلامی حکومت میں رہتے ہوئے خبر نہیں رکھ سکتے تو پھر اس علاقے کو انہوں نے اسلامی حدود میں کیوں شامل کر رکھا ہے؟

اپنی حکومت کی حدود وہیں تک رکھیں جہاں تک کی خبرگیری وہ کرسکتے ہوں"۔ بڑی بی نی بڑی جرأت کے ساتھ اپنی بات فاروق اعظمؓ کو سمجھائی۔

امیرالمومنینؓ بڑھیا کی کھری کھری باتیں بڑے صبر کے ساتھ سنتے رہے اور پھر ان کی چیخ نکل گئی۔ ان کی آنکھیں رسنے لگیں، دیر تک روتے رہے۔ جب کافی دیر کے بعد دل کچھ ہلکا ہوا تو بڑھیا سے بولے "بڑی بی! تم نے سچ کہا" اور سواری پر بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہو گئے۔ راستے بھر بڑھیا کے الفاظ ان کی زبان پر تھے، "اپنی حکومت کے حدود وہیں تک رکھیں جہاں تک خبرگیری وہ کرسکتے ہوں" راستے بھر یہی سوچتے رہے، بے اختیار آنکھوں سے آنسو ٹپکتے رہے اور ان کی پریشانی بڑھتی رہی، وہ چاہتے تھے کہ پل بھر میں مدینے پہنچ جائیں، ایسا نہ ہو کہ اپنا فرض ادا کرنے سے پہلے موت کا پیغام آجائے، خدا نے ان کی سن لی، وہ مدینے پہنچے تو سب سے پہلے اس بڑھیا کی ضرورتوں کی طرف توجہ فرمائی، اور پھر سکون کا سانس لیا تو بے اختیار خدا کے حضور سجدے میں گر گئے کہ اس نے اپنا فرض ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

بڑائی کا معیار

جبلہ غسانی ایک عیسائی بادشاہ تھا۔ جب یہ مسلمان ہوا تو اس نے حضرت عمرؓ کو خط لکھا اور دربار میں حاضری کی اجازت چاہی۔ اجازت مل گئی اور جبلہ اپنے قبیلے کے پانچ سو آدمیوں کو لے کر شاہانہ شان کے ساتھ مدینے روانہ ہوا۔ مدینے کے قریب پہنچ کر اس نے پڑاؤ ڈالا۔ اور آدمی بھیج کر امیرالمؤمنینؓ کو اپنے آنے کی اطلاع کرائی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ لوگوں کو تحفے تحائف دے کر استقبال کے لئے بھیجا اور جبلہ کے آنے کا انتظار کرنے لگے۔ استقبال کرنے والے لوگ جب جبلہ کے پاس پہنچے تو اس نے فوراً حکم دیا کہ مدینے میں داخلے کی تیاریاں شروع کر دی جائیں۔ چنانچہ فوراً تیاریاں شروع ہو گئیں۔ جبلہ نے بھی اپنا بیش قیمت جواہرات سے سجا ہوا شاہی تاج پہنا اور اس کے آدمیوں نے بھی ریشمی وردیاں پہن کر ہتھیار لگائے اور گھوڑوں کو قیمتی ہاروں سے سجایا۔ اور جبلہ شاہی کر و فر کے ساتھ مدینے میں داخل ہوا۔

امیرالمؤمنین نے بڑی شفقت و احترام کے ساتھ ان کا استقبال کیا۔ اور عزت کے ساتھ اپنے پاس بٹھایا۔

کچھ روز کے بعد جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ حج کو جانے لگے۔

تو جبلہ بھی ساتھ ہولیا۔ اور حج کے ارکان ادا کرنے میں لگ گیا۔ حج ہو رہا تھا اور خانۂ کعبہ کے گرد حاجی دوڑ رہے تھے۔ فضا اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ کی روحانی صداؤں سے گونج رہی تھی، امیر و غریب، بادشاہ و رعایا، سب ہی ایک لباس پہنے ہوئے، خانۂ خدا کے چاروں طرف پروانوں کی طرح چکر لگا رہے تھے۔ سب ایک خدا کی غلامی کے نشے میں سرشار دوڑ رہے تھے۔ اتفاق کی بات۔ بنی فزارہ کے ایک غریب آدمی کا پیر جبلہ کے ڈھیلے ڈھالے تہبند میں الجھ گیا۔ اور تہبند جھٹکے سے کھل گیا۔

جبلہ کی پیشانی پر شاہی غرور کی شکنیں نمودار ہوئیں۔ ایک عام آدمی کی یہ گستاخی برداشت نہ کرسکا۔ اور غصّے میں اس کی ناک پر ایسا گھونسا مارا کہ بیچارے کی ناک کا بانسہ ہی ٹوٹ گیا۔

مظلوم درد سے کراہتا امیرالمؤمنینؓ کی خدمت میں پہنچا، اور اپنی مظلومی کا حال سُنا کر انصاف کی درخواست کی۔

امیرالمؤمنینؓ نے اسی وقت جبلہ کو اپنے حضور طلب کیا جبلہ حاضر کئے گئے، اور اسلامی عدالت قائم ہو گئی۔

امیرالمؤمنینؓ (جبلہ سے مخاطب ہوکر)۔ بنی فزارہ کا یہ بدو تمہارے ظلم کی شکایت کرتا ہے۔ کہو تم کیا کہتے ہو؟

جبلہ: (تن کر) جی ہاں میں نے ہی اس بدو کو اسکی گستاخی کی سزا دی ہے،

اس گستاخ نے میری تہبند پر اپنا پاؤں رکھ دیا اور وہ کھل گیا، وہ تو بیت اللہ کے احترام میں، میں نے صرف اس کی ناک توڑ دی اگر کوئی اور جگہ ہوتی تو میں اپنی تلوار سے اسکے دو ٹکڑے کر دیتا۔

امیر المؤمنین (وقار اور اطمینان کے ساتھ) اچھا تو یاد رکھو صاف ہے، تم کو اپنے قصور کا اعتراف ہے، اب یا تو تم کچھ دے دلا کر کسی طرح اس مظلوم بدو کو راضی کر لو۔ ورنہ میں تم سے اس قصاص لوں گا۔

جبلہ (ذرا اکڑتے ہوئے) بھلا امیر قصاص میں آپ کیا کریں گے؟

امیر المؤمنین رض: (دو ٹوک فیصلہ سناتے ہوئے) میں تمہاری ناک توڑنے کا حکم دوں گا۔ جیسے تم نے اس غریب بدو کی ناک توڑی ہے۔

جبلہ حیرت سے بوکھلا گیا۔ اور بولا: امیر المؤمنین رض یہ آپ کیا فرما رہے ہیں؟ کہاں وہ معمولی بدو اور کہاں میں۔ میں بنو غسان جیسے قبیلے کا بادشاہ ہوں۔ ہزاروں افراد غلاموں کی طرح میرے حکم کی اطاعت کرتے ہیں۔ بھلا ایک معمولی بدو اور بادشاہ کی ناک برابر ہو گئی۔ آپ کا فیصلہ سنکر تو میری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

امیر المؤمنین رض نے فیصلہ کن انداز میں کہا: اب اس گفتگو سے کوئی فائدہ نہیں،

میرا بے لاگ فیصلہ یہی ہے کہ یا تو اسے راضی کر لو، ورنہ قصاص میں تمہاری ناک بھی توڑی جائیگی۔ اسلام نے تم کو اور اس بدّو کو ایک سطح پر لا کھڑا کیا ہے۔ سب کی غلامی سے نکال کر صرف ایک کا غلام بنا دیا ہے۔ تم بھی خدا کے بندے ہو اور وہ بدّو بھی۔ اسلام کی نظر میں تم دونوں برابر ہو، یہاں بڑائی کا معیار نہ دولت ہے اور نہ بادشاہی، یہاں بڑائی کا معیار صرف نیکی اور خدا ترسی ہے جبلہ یہ بے لاگ فیصلہ سُنکر ششدر رہ گیا اور بولا۔ اچھے مجھے آج کی رات سوچنے کا موقع دیجئے۔ اور رات ہی میں وہ ملک شام کی طرف بھاگ گیا۔

باطنی اِشارہ

اینٹ چونے اور مٹی کے ڈھیر سے قمار خانہ بنتا ہے اور اسی سے عبادت خانے کی تعمیر کی جاتی ہے۔ دونوں اسی زمین پر تعمیر کئے جاتے ہیں۔ اور ایک ہی طرح اور ایک مسالے سے انکو بنایا جاتا ہے۔ لیکن جب یہ عمارتیں بن کر تیار ہو جاتی ہیں تو ایک عمارت کو لوگ حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اور دوسری عمارت میں جا کر بڑے احترام سے سجدے کرتے ہیں۔ یہ بھی مٹی کا ڈھیر ہے اور وہ بھی مٹی کا ڈھیر، تو ایک کیوں مقدس سمجھا جاتا ہے اور دوسرا کیوں حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

ان کی عظمت و ذلت کے راز پر جب تم غور کرو گے تو پتہ چلے گا کہ ایک کو جہاں پرستارانِ حق کی موجودگی نے قابلِ احترام بنا دیا ہے وہاں دوسری کو اوباشوں اور بدمعاشوں کی صحبت نے رسوا کر دیا ہے۔

اے گوشت اور پوست کے ڈھیر انسان تیری حالت بھی ان عمارتوں جیسی ہے۔ اگر تیرے دل و دماغ میں پاک خیالات ہیں تو دنیا تجھے احترام کی نظر سے دیکھے گی۔ اور اگر تو نفسانی خواہشات کا غلام بن گیا ہے تو تجھے ذلت کی نظر سے دیکھا جائیگا۔ اب تجھے اختیار ہے کہ خواہ ذلت حاصل کر یا اپنے آپ کو احترام کے لائق بنائے۔

علم کی وقعت

حضرت امام ابو حنیفہؒ کے لڑکے و حماد رحہ ایک استاد سے قرآن شریف پڑھا کرتے تھے جب حماد رحہ نے سورۂ فاتحہ ختم کر لی تو امام ابو حنیفہ رحہ نے استاد کی خدمت میں ایک ہزار درہم بھجوائے۔

استاد کو بہت تعجب ہوا کہ میں نے کونسا بڑا کارنامہ انجام دیا ہے جو امام صاحب نے مجھے ایک ہزار درہم بھجوائے۔

امام ابو حنیفہ رحہ کو معلوم ہوا تو وہ حماد رحہ کے استاد کے پاس پہنچے اور فرمایا۔ حضرت آپ نے میرے بیٹے کو جو سکھایا ہے

اس کی قیمت تو ساری دنیا بھی نہیں ہوسکتی۔ خدا کی قسم اگر میرے پاس اور دولت ہوتی تو وہ بھی میں آپ کی خدمت میں پیش کرتا اور خوشی محسوس کرتا۔

مکر و فریب

بچوں کو بہلانے پھسلانے کے لئے کسی چیز کا وعدہ کر لیتے ہیں جب بچے بہل جاتے ہیں تو اسے بچوں کو بہلانے کا فن سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ اپنی معصوم اولاد کے ساتھ مکر و فریب اور جھوٹ ہے۔ بچے بھی اپنے والدین کے اس حرکت سے متاثر ہو کر وہ بھی اسی طرح جھوٹ بولنے لگتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا ہے:

"جو شخص اپنے بیٹے یا بچے کو بلائے جیسے اسے کوئی چیز دے رہا ہے۔ پھر نہ دے تو یہ جھوٹ لکھا جائے گا۔"

سنن ابن ماجہ میں اسی مضمون کی ایک حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ نے رسول اللہ صلعم سے روایت کی ہے۔

ویسے تو اپنی اولاد کے ساتھ جھوٹ ہوا۔

علماء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص جانور کو بلانے اور قابو میں کرنے کیلئے اس طرح ہاتھ پھیلائے یا دامن سمیٹے کہ جانور سمجھے کہ کھانے کی کوئی چیز مل رہی ہے اور وہ اسکی وجہ سے قابو میں آجائے

تو ایسا کرنا جانور کے دھوکہ بازی اور فریب کاری ہے۔

احترام حدیث

حضرت امام مالکؒ ایک مرتبہ حضورؐ کی حدیث مبارک بیان فرما رہے تھے۔ لوگوں نے دیکھا کہ آپکا چہرہ کسی تکلیف کے باعث زرد ہو رہا ہے اور آپ بڑے بے چین ہو رہے ہیں۔ باوجود اس کے آپ نے حدیث کا درس ترک نہ فرمایا۔ جب بیان ختم فرما چکے تو آپ نے قمیص اتاری۔ قمیص میں سے ایک بچھو نکلا۔ بچھو نے چھ دفعہ حضرت امام کو ڈنک مارا تھا۔ حضرت امام نے فرمایا بیان حدیث کے دوران بچھو ڈنک مار رہا تھا۔ لیکن احترام حدیث کے پیش نظر میں نے درس نہ چھوڑا۔

دین و دنیا کی دولت

یتیم بچے کی ماں نے اپنے نو عمر لڑکے کو ایک ٹھٹھیرے کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ بھیا اس لڑکے کو تمہارے یہاں بٹھا رہی ہوں کہ کچھ سیکھ لے تو آدمی کا کچھ سہارا ہو جائے۔

اور یہ نو عمر یتیم ٹھٹھیرے کے یہاں کام سیکھنے کے لئے جانے لگا۔ ٹھٹھیرے کے دوکان کے قریب ہی ایک بوڑھے بزرگ کچھ لوگوں کو پڑھایا کرتے تھے۔ یہ یتیم بچہ بھی جانے لگا۔

وہاں چند دن بیٹھنے کے بعد اس نوعمر کا جی ٹھٹھیرے کے کام سے اُچاٹ ہو گیا۔ گھر سے ٹھٹھیرے کی دوکان پر بیٹھنے کے لئے نکلتا اور جا کر مدرسے میں بیٹھکر شوق سے پڑھتا۔ بچے کا شوق دیکھ کر استاد بھی خاص طور پر توجہ کرنے لگے۔

کچھ دنوں کے بعد لڑکے کی ماں کو معلوم ہوا کہ اس کا لڑکا ٹھٹھیرے کی دوکان پر بیٹھنے کے بجائے قریب کے مدرسے میں پڑھنے بیٹھ جاتا ہے۔ بہت گھبرائی فوراً اٹھی اور مدرسے پہنچ کر اپنے لڑکے کو لے آئی اور سمجھایا۔ بیٹے تمہارے باپ کا انتقال ہو چکا ہے، تم ہی میری زندگی کا سہارا ہو، تمہیں اپنا مستقبل خود ہی بنانا ہے، اگر کچھ کام سیکھ لو گے تو کچھ کمانے کی امید ہو جائے گی۔

مگر بیٹے کو علم کی چاٹ لگ چکی تھی۔ وہ روز کسی نہ کسی طرح مدرسے جانے کا موقع نکال ہی لیتا۔ ایکدن جب ماں سے رہا نہ گیا تو وہ غصے میں بھری ہوئی مدرسہ پہنچی، مدرسے کے بزرگ استاد کو سخت سست کہا۔ اور کہنے لگی بڑے میاں تم نے میرے بیٹے کو چوپٹ کر دیا، ارے میں کہتی ہوں یہ بے باپ کا بچہ اگر کچھ سیکھ لے تو مزدوری کر کے کچھ کما لیا کرے گا۔ اور تم اسے کتابوں میں لگا کر برباد کر رہے ہو، تمہیں اس یتیم بچے کی غربت پر ذرا بھی رحم نہیں آتا۔

استاد مسکراتے رہے اور بولے بڑی بی! خفا کیوں ہوتی ہو، تمہارا بچہ یعقوب پڑھ لکھ کر سوکھی روٹی کمانے کی بجائے روغنِ پستہ کا فالودہ کھایا کرے گا۔

بڑھیا گھبرا گئی اور غصے میں مدرسے سے باہر نکل گئی۔ باہر نکل کر بولی، یہ بوڑھا تو سٹھیا گیا ہے۔ ہوش کی بات ہی نہیں کرتا۔

یعقوب نہایت ذوق وشوق اور محنت سے پڑھتے رہے، یہاں تک کہ انکے علم و فضل کو دیکھ کر ہارون الرشید نے ان کو قاضی القضاۃ کے عہدے پر مقرر فرمایا۔

یعقوب ایک دن کا قصہ خود ہی سناتے ہیں کہ میں خلیفہ کے دربار سے اٹھ کر جانے لگا تو بولے امام ابویوسف ذرا ٹھہرئیے۔ آج یہیں ہمارے ساتھ کھانا کھائیے۔ ہم نے آج خاص طور پر آپ کے لئے ایک نہایت ہی لذیذ چیز تیار کرائی ہے۔

امیر المؤمنین، کیا خاص چیز تیار کرائی ہے؟ میں نے دریافت کیا۔

امام صاحب! آج ہم نے آپکے لئے روغن پستہ کا فالودہ تیار کرایا ہے۔ امیر المؤمنین نے جواب دیا۔

روغنِ پستہ در کا نام سُن کر بے اختیار مجھے ہنسی آگئی۔ مجھے اسطرح بے اختیار ہنستے دیکھ کر امیر المؤمنین نے وجہ پوچھی۔

میں ٹالتا رہا مگر خلیفہ اصرار کرتے رہے۔ آخرکار مجبور ہو کر میں نے انہیں بتایا کہ لڑکپن کا واقعہ مجھے یاد آگیا۔ میری ماں ابوحنیفہ رح کو برا بھلا کہہ رہی تھیں۔ اور کہہ رہی تھیں کہ تم نے اس بچے کو کتابوں میں الجھا کر چوپٹ کر دیا ہے۔ کچھ کام سیکھ لیتا تو کما کر لے آیا کرتا۔ امام ابوحنیفہ رح مسکراتے رہے، پھر بولے بڑی بی خفا کیوں ہوتی ہو تمہارا بچہ پڑھ لکھ کر روغن پستہ کا فالودہ کھایا کرے گا۔ اور میری ماں غصے سے باہر نکل گئیں آج جب آپ نے فرمایا کہ تمہارے لئے خاص طور پر روغن پستہ کا فالودہ تیار کرایا ہے تو مجھے امام صاحب اور اپنی والدہ کا یہ سارا قصہ یاد آگیا۔

خلیفہ نہایت حیرت اور دلچسپی سے یہ سارا قصہ سنتے رہے، سچ ہے، علم، دین و دنیا کی دولت ہے، پھر امام ابوحنیفہ رح کے لئے دعا کرتے ہوئے بولے امام ابوحنیفہ رح جو کچھ سر کی آنکھوں سے نہ دیکھ پاتے تھے وہ دل کی آنکھوں سے دیکھ لیا کرتے تھے۔

سربلندی کا راز

کاغذ کا ایک معمولی پرزہ جس کی کوئی حقیقت نہ تھی جب اس پر کلام الٰہی کی آیت لکھدی گئی تو اس کی عظمت کسقدر بڑھ گئی۔ ایک پتھر کے بے حقیقت ٹکڑے کو تراش کر جب مسجد کے محراب میں لگا دیا گیا۔

تو اسے کیسی سربلندی حاصل ہوگئی۔ ایک ادنیٰ سی لکڑی کو
جب ایک خدا رسیدہ بزرگ کے عصا بننے کی سعادت حاصل
ہوگئی تو لوگ اسے آنکھوں سے لگانے لگے۔ ایک ٹاٹ کا ٹکڑا
جب مسجد کا فرش بن گیا تو اس پر سجدے ہونے لگے اور اسے وہ
عظمت حاصل ہوگئی جو قیامت تک کسی مخملی فرش کو بھی حاصل
نہیں ہوسکتی۔ جسطرح یہ حقیر چیزیں باعث عظمت بن سکتی ہیں
اسی طرح حقیر سے حقیر انسان بھی قابل تعظیم وتکریم بن سکتا ہے
بشرطیکہ وہ اپنے اندر کوئی باطنی جوہر پیدا کر سکے۔

ماضی اور حال

زمانہ ماضی سے تعلق رکھنے والے
کسی بھی عنصر کو اس وقت تک یاد رکھتا ہے جب وہ حال پر بھی
اثر انداز ہو رہا ہو۔ وہ لوگ جو حال سے غیر متعلق ہو چکے ہوں،
یا دوسروں کے آگے بڑھ جانے کی وجہ سے ڈبک کر بیٹھ گئے ہوں
ان کا ماضی صرف دیانتدار مورخ کے پاس امانت رہ جاتا ہے
نئی نسلیں ان کی عظمت کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتیں۔
شاندار ماضی کے تصور میں کھوئے ہوئے رہنا اور حال
سے بے خبر رہنا ایک ایسا جرم ہے جسے زمانہ معاف نہیں کرتا،
حال سے نبرد آزما ہونے کا حوصلہ پیدا کیجیے، تب ہی ماضی کی
تابناکیاں آپکے لئے فخر و مسرت کا سامان بنیں گی۔

کامیاب تجارت

ایک مرتبہ حضرت عبداللہؒ کے والد مبارکؒ نے کاروبار کے لئے حضرت کو پچاس ہزار کی رقم دی۔ حضرت نے یہ رقم لی اور تجارت کا سامان خریدنے کے بجائے سفر کی تیاری شروع کر دی۔ دور ملکوں کے سفر کیے۔ بڑے بڑے عالموں کی صحبت میں رہے، ان سے فیض حاصل کیا اور حدیث رسولؐ کے دفتر کے دفتر جمع کیے۔ جب رقم ختم ہو گئی تو گھر واپس آئے۔ حضرت مبارکؒ خوش تھے کہ بیٹے نے دور دراز کے سفر کئے ہیں۔ بہت کچھ کمایا ہو گا۔ بیٹے سے پوچھا بیٹے! تجارتی سفر کیسا رہا، کیا کچھ کما کر لائے ہو؟۔

ایک ایسی دولت کما کر لایا ہوں جو کبھی ختم نہ ہو گی۔

سعادتمند بیٹے نے اطمینان کے ساتھ جواب دیا۔

ختم نہ ہونیوالی دولت کونسی ہے بیٹے؟ حضرت مبارکؒ نے تعجب سے پوچھا۔

ابا جان! لوگ تو ایسی تجارتوں میں اپنی رقمیں لگاتے ہیں جنکا نفع بس اسی دنیا میں ختم ہو جاتا ہے، لیکن میں نے ایک ایسی تجارت میں اپنی رقم لگائی ہے جس کا نفع دونوں جہاں میں ملے گا اور کبھی ختم نہ ہو گا۔

بیٹے کی یہ سمجھداری دیکھ کر باپ کو بہت خوشی ہوئی، پوچھا بیٹے بتاؤ تو سہی وہ کون سی ختم نہ ہونیوالی دولت ہے جو تم کما کر لائے ہو؟ ۔

حضرت عبداللہ رحؒ نے حدیث کے دفتروں کیطرف اشارہ کرکے کہا ابّا جان یہ ہے وہ دونوں جہاں میں نفع دینے والی دولت ۔ پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا خزانہ ۔ میں نے اسی خزانے کو حاصل کرنے میں اپنی ساری دولت لگا دی حضرت مبارک رحؒ کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا ۔ آنکھوں سے خوشی کے آنسو تیرنے لگے، بیٹے کو گلے سے لگایا، دعائیں دیں، اللہ کا شکر ادا کیا۔

تھوڑے دنوں کے بعد بیٹے کو تیس ہزار کی رقم اور دیکر بولے بیٹے یہ رقم اور لو۔ اور اگر تمہاری کامیاب تجارت میں کوئی کمی رہ گئی ہو تو اس رقم سے اسے بھی پورا کرلو۔

مؤثر طرز تعلیم

کسی شخص نے ابراہیم ادہم رحؒ سے مشورہ طلب کیا کہ میں کس طرح اپنے گناہوں سے نجات پاؤں۔ حضرت ابراہیم ادہم رحؒ نے اسے اسکی برائیوں پر نہ تو لعنت و ملامت کی اور نہ ہی اس سے ایکدم یہ کہا کہ تم برائیوں کو یکسر چھوڑ دو، بلکہ اس سے کہا کہ تم جو کچھ کرتے ہو کرو لیکن میری چند باتیں نوٹ کرلو۔ اگر تم نے ان پر عمل کیا تو امن میں ہو گئے۔

اس شخص نے کہا، فرمائیے؟"
حضرت ابراہیم ادہمؒ نے کہا "جب بھی تم کوئی گناہ کرو تو خدا کا رزق نہ کھاؤ"۔
شخص: رزق دینے والا خدا ہی ہے۔ اگر میں اسکا رزق نہ کھاؤں تو پھر مجھے کہاں سے ملے گا میں تو بھوکا مرجاؤں گا۔
حضرت ابراہیم ادہمؒ: یہ تو کوئی اچھی بات نہیں کہ خدا کا دیا رزق بھی کھایا جائے اور اسکے احکامات کی خلاف ورزی بھی کی جائے۔
دوسری بات یہ کہ تم جس وقت گناہ کرنے کے موڈ میں ہوا کرو تو خدا کی زمین سے نکل کر کہیں اور کیا کرو۔
شخص: مشرق سے مغرب، جنوب سے شمال تک، آسمان تا زمین سب کچھ تو خدا کا ہے میں اس سے باہر کہاں جا سکتا ہوں ذرا یہ تو بتائیے؟
حضرت ابراہیم ادہمؒ: یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ کہ خدا کا رزق بھی نہیں چھوڑ سکتے۔ اسکی دنیا سے نکل بھی نہیں سکتے۔ اور اس کی مرضی پر چل بھی نہیں سکتے — سوچو!
تیسری بات جو میں تم کو بتانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ تم کوئی بھی گناہ کرو لیکن کسی ایسی جگہ جہاں تم پر خدا کی نظر نہ پڑ سکے۔
شخص: جناب! آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ ایسا کیسے ممکن ہے جو ہستی ظاہر تو ظاہر باطن تک بھی نظر رکھتی ہو۔ حال تو حال...

مستقبل تک جس سے پوشیدہ نہ ہو، اس کی نظروں سے بچکر کوئی کہاں جا سکتا ہے؟

حضرت ابراہیم ادہمؒ: میری سمجھ میں تمہاری بات نہیں آتی۔ خدا کا دیا ہوا کھاؤ، خدا کے ملک میں رہو اور خدا کی نافرمانی کرو اور وہ بھی اس کے سامنے۔ یہ بندگی کب ہوئی ڈھٹائی ہو گئی۔ خیر یہ تین باتیں نہیں کر سکتے۔ تو چوتھی مانو۔ ایسا کرنا کہ جب موت کا فرشتہ تمہاری روح قبض کرنے آئے تو اس سے توبہ کرنے کیلئے کچھ وقفہ کی مہلت مانگ لینا۔

شخص: آپ تو ایسی باتیں بتا رہے ہیں جو میرے قبضے کی تو کیا کسی کے بس کا روگ نہیں۔ موت کا فرشتہ مجھے مہلت دیدیگا۔ ارے صاحب، اس نے کسی کو مہلت دی ہے۔ وہ تو میری بات کبھی بھی نہ سنے گا اور ایک لمحے کی مہلت بھی نہ دے گا۔ کوئی ایسی بات بتایئے جس سے میری نجات ہو سکے۔

حضرت ابراہیم ادہمؒ: بڑے افسوس کی بات ہے کہ تم موت کے فرشتے سے مہلت بھی نہ لے سکو گے۔ تمہیں اتنی بھی طاقت نہیں؟ تو پھر کیوں اس مہلت سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ اچھا چلو یہ نہیں پھر کم از کم اتنا ہی کر لینا کہ جب قبر میں منکر نکیر آئیں اور تم سے سوالات کریں تو تم انہیں اپنے قریب مت آنے دینا۔

شخص: جناب یہ بھی ناممکنات میں سے ہے - - -

ان منکر نکیروں پر میرا حکم کیسے چل سکتا ہے؟۔

حضرت ادہمؒ: جب یہ بھی تمہارے بس کی بات نہیں تو پھر تم پر واجب ہے کہ منکر نکیر کے سوالات کے جوابات تیار کر لو تاکہ انکے سامنے شرمندگی نہ ہو۔

اگر تم یہ بھی نہیں کر سکتے تو قیامت کے دن جب خدا گنہگار افراد کو دوزخ میں ڈالنے کا پروگرام تکمیل دے رہا ہو اور تم بھی اس لپیٹے میں دوزخ کے مستحق قرار پا جاؤ تو تم دوزخ میں جانے سے کھلے عام انکار کر دینا۔ کہدینا کہ، میں دوزخ میں نہیں جاتا۔

شخص! میرے منع کرنے سے کیا ہوگا۔ مجھے جبراً بھیجدیا جائیگا۔

حضرت ابراہیم ادہمؒ: پھر تو اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں کہ تم برائیوں سے باز آجاؤ۔

لوگ کہتے ہیں کہ پھر اس شخص نے توبہ کر لی۔ اور صراط مستقیم پر لگ گیا۔

نافرمانی کا وبال

امام طبرانی، امام ہیثمیؒ وغیرہ سے روایت ہے کہ حضرت علقمہ رضؓ نماز، روزہ، صدقہ وغیرہ کے بڑے پابند تھے۔ جب مرض الموت میں شدید علالت میں مبتلا ہوئے تو انکی بیوی نے نزع نفس کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی۔ آپؐ نے عمار بن یاسرؓ حضرت بلالؓ و صہیب رومیؓ کو بھیجدیا کہ حسب موقع کلمہ شہادت کی تلقین کریں

ان حضرات نے تلقین کیا، مگر انکی زبان سے کلمہ ادا نہ ہوا۔ جب یہ بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوئی تو آپ ؐ نے دریافت فرمایا کہ انکے ماں باپ زندہ ہیں کہ نہیں۔ پتہ چلا کہ صرف ماں زندہ موجود ہے۔ نبی اکرم ؐ نے اطلاع کرائی کہ میں آپ سے ملنے کے لئے آنا چاہتا ہوں۔ بوڑھی ماں نے کہا آنحضرت ؐ تکلیف نہ فرمائیں میں خود حاضر ہو رہی ہوں۔

تھوڑی دیر میں بڑھیا ڈنڈا ٹیکتی ہوئی آئی۔ سلام وجواب کے بعد آپ ؐ نے بوڑھی ماں سے پوچھا کہ علقمہ رض کی ماں سچ سچ بتاؤ کہ علقمہ رض کا کیا حال ہے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ وہ بڑا نمازی، بڑا روزہ دار، اور بڑا مخیر ہے۔ البتہ میں اس سے ناراض رہتی ہوں۔ نبی اکرم ؐ نے فرمایا آپ کیوں ناراض رہتی ہیں۔ جواب دیا!

اے اللہ کے رسول ؐ وہ اپنی بیوی کو مجھ پر ترجیح دیتا تھا اور میری نافرمانی کرتا تھا۔ اب آپ ؐ نے فرمایا" اے علقمہ رض کی ماں آپکی ناراضگی کی وجہ سے اس کی زبان سے کلمہ شہادت ادا نہیں ہو رہا ہے اس کا خاتمہ ایمان پر نہ ہوگا" یہ کہہ کر آپ ؐ نے حضرت بلال رض کو حکم دیا کہ جاؤ اور بہت سی لکڑیاں جمع کرکے ان میں آگ لگا دو۔ جب آگ خوب تیار ہو جائے تو علقمہ رض کو اس میں ڈال دو۔

علقمہ رضؓ کی ماں نے کہا اے اللہ کے رسولؐ یہ مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ کا عذاب تیری ناخوشی کی وجہ سے بہت سخت ہو گا۔ اگر تو چاہتی ہے کہ خدا اسے بخش دے تو، راضی ہو جا، اور اس کی غلطیوں کو معاف کر دے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے علقمہ رضؓ اپنے نماز روزہ اور صدقے سے کچھ فائدہ اٹھا نہیں سکتا جب تک تو اس سے ناراض رہے گی۔

یہ سنکر ماں نے اپنی رضامندی کا اظہار کیا اس کے بعد کلمہ شہادت کی تلقین کی گئی تو علقمہ رضؓ کی زبان کھل گئی اور کلمہ شہادت ادا ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

علقمہ رضؓ کی ماں کی ناخوشی نے انکی زبان کو ادائے شہادت کا موقع نہ دیا اور جب وہ راضی ہو گئیں تو انکی زبان کو ادائے شہادت کا موقع مل گیا۔

انمول بیٹا

حضرت ربیعہ رائی رحمہ مدینے کے ایک مشہور عالم تھے امام مالکؒ کے قابل فخر استاد تھے۔

ربیعہ رائی رحمہ جب مسجد نبویؐ میں درس دیا کرتے تھے تو بڑے بڑے علماء اس درس میں شریک ہوا کرتے تھے۔

ایک دن حضرت امام مالکؒ نے اپنے شاگردوں کو آپکے استاد کی تعلیم کا بڑا ہی دلچسپ قصہ سنایا۔

فرمایا حضرت ربیعہ رائی رح کے والد فروخ رح فوج میں تھے۔ ایک بار جب وہ جنگی سپاہیوں کے ساتھ خراسان کی جنگ میں جانے لگے تو اپنی بیوی کو خرچ کے لئے تیس ہزار اشرفیاں دیتے گئے۔ اسوقت حضرت ربیعہ رح ماں کے پیٹ میں تھے۔ باپ کے جانے کے بعد حضرت ربیعہ رح پیدا ہوئے۔ انکی امی بہت نیک اور دیندار بی بی تھیں۔ دین کے علم سے انہیں بڑی دلچسپی تھی۔ ان کی سب سے بڑی آرزو یہ تھی کہ انکا بیٹا علم کے آسمان پر سورج بن کو چمکے۔ چنانچہ اس نیک بی بی نے اپنی ساری دولت حضرت ربیعہ رح کے پڑھانے میں صرف کر ڈالی، اور خود موٹا جھوٹا پہن کر گذارا کیا۔ خدا کے فضل و کرم سے تھوڑے ہی دنوں میں حضرت ربیعہ رح نے فقہ و حدیث میں کمال حاصل کر لیا۔ اور خدا کی مہربانی سے انہیں وہ درجہ حاصل ہوا کہ بڑے بڑے اہل کمال مسجد نبوی ؐ میں ان سے فائدہ اٹھانے کے لئے انکی مجلس میں جمع ہوتے لگے۔

اتفاق کی بات کہ حضرت فروخ رح کو خراسان میں زیادہ دنوں تک ٹھہرنا پڑا۔ پورے ۲۷ سال کے بعد گھر واپس آئے۔ گھر میں بیوی سے ان دنوں کے حالات پوچھتے رہے، باتوں باتوں میں خرچ کا ذکر بھی آیا پوچھا تیس ہزار دینار میں کیا بچا؟ بیوی نے کہا آپ فکر نہ فرمائیں۔ وہ سب اشرفیاں محفوظ ہیں۔ میں نے حفاظت سے ایک زمین میں سب اشرفیاں دفن کر دی ہیں۔

آپ پہلے مسجدِ نبویؐ میں نماز پڑھ آیئے تو پھر میں آپکو بتاؤں۔
حضرت فرّوخ رح نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں گئے۔ نماز کے بعد انہوں نے دیکھا کہ ایک مجلس میں بڑے بڑے علما جمع ہیں۔ ان کے بیچ میں مسندِ درس پر انکے پیارے بیٹے حضرت ربیعہؒ تشریف فرما ہیں۔ خوشی کی انتہا نہ رہی دوڑے دوڑے گھر آئے، بیوی کو سارا قصّہ سنایا اور دیر تک خدا کا شکر ادا کرتے رہے، نیک بیوی بھی خدا کا شکر ادا کرتی رہیں۔ پھر کہنے لگیں ابو ربیعہؒ! یہ بتایئے تیس ہزار اشرفیاں زیادہ عزیز ہیں یا ایسا انمول بیٹا۔
حضرت فرّوخ رح کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو چھلک پڑے کہنے لگے ام ربیعہ! تیس ہزار اشرفیاں! — ایسے بیٹے کی قیمت تو سارے جہاں کی دولت بھی نہیں ہو سکتی! —
اُمّ ربیعہ کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا۔ کہنے لگیں "وہی وہ زمین ہے جسمیں میں نے تمہاری تیس ہزار اشرفیاں دفن کی ہیں"۔

ہیرا اور پتھر

زمین کی تہہ میں رنگ رنگ کے پتھروں کا انبار دبا ہوا ہے۔ ان پتھروں میں ایسے ناکارہ پتھر بھی ہیں جنہیں کوئی دو کوڑی کو بھی نہیں پوچھتا، اور ایسے قیمتی پتھر بھی ہیں جنکو جواہرات کہا جاتا ہے اور جنکی قیمت لاکھوں روپئے ہے —
قدرت کی عجیب کرشمہ سازی ہے کہ وہ اسی زمین سے جواہرات بھی۔

پیدا کرتی ہے اور ناکارہ پتھر بھی مگر دونوں میں کتنا فرق ہے۔
میری یہ بات سنکر ایک غیبی آواز نے کہا!
"اے ناسمجھ انسان تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ ہیرے اور پتھر کی اصل ورا بتدا ایک ہی ہے۔ دونوں زمین کی بطن سے پیدا ہوتے ہیں۔ مگر جو کنکر اور پتھر آفتاب کی نوری شعاعوں کو جذب کر لینے کی صلاحیت رکھتے ہیں وہ جواہرات بنجاتے ہیں اور جو اس صلاحیت سے محروم ہیں وہ پتھر کے پتھر ہی رہتے ہیں۔"
پھر اس غیبی آواز نے کہا!
"بالکل یہی حالت انسان کی بھی ہے۔ چنانچہ جو انسان اپنے دل و دماغ کو روشن کر لیتے ہیں وہ صحیح معنوں میں انسان بنجاتے ہیں اور جو اس سے محروم رہتے ہیں وہ انسان کہلانے کے باوجود جانور ہی رہتے ہیں۔ قدرت نے انسان کو بڑی صلاحیت عطا کی ہے۔ اگر وہ اس صلاحیت سے فائدہ اٹھاتا ہے تو ہیرا بن جاتا ہے۔ ورنہ پتھر ہی رہ جاتا ہے۔

کیا تو نے حج کیا ہے؟

ایک شخص حج سے واپس آکر حضرت جنید بغدادیؒ سے ملا تو آپنے اس سے پوچھا تو کہاں سے آتا ہے؟ اس نے کہا میں حج کے لئے گیا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا تو نے حج کیا ہے؟

اس نے کہا ہاں! آپ نے پوچھا شروع میں جو تو اپنے گھر سے باہر نکلا اور وطن کو چھوڑا تو کیا سب گناہوں کو بھی چھوڑا؟ اُس نے جواب دیا نہیں۔ آپنے فرمایا پھر تو، تُو نے وطن سے سفر نہیں کیا۔ پھر آپنے پوچھا کہ جب تو گھر سے نکلا اور ہر منزل پر رات کے وقت مقام کیا تو کیا تو نے اس مقام میں طریق حق میں سے بھی کچھ قطع کیا؟ اُس نے جواب دیا نہیں۔ تب آپ نے فرمایا کہ تو نے منزلیں طے نہیں کیں۔ پھر آپ نے پوچھا کہ جب تو نے میقات پہ احرام باندھا تو کیا تو نے اپنی صفات بشری سے ایسا ہی جدا ہوا جیسا کہ اپنے کپڑوں اور عادتوں سے؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ تو آپ نے فرمایا تو نے احرام نہیں باندھا۔ پھر پوچھا کہ جب تو عرفات کے میدان میں کھڑا ہوا تو کیا کشف و مشاہدہ حق میں بھی تجھے کھڑا ہونا حاصل نہیں ہوا؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ تو آپ نے فرمایا تو عرفات میں کھڑا نہیں ہوا۔ پھر پوچھا کہ جب تو مزدلفہ میں گیا اور تیری مراد حاصل ہوگئی تو کیا تو نے سب نفسانی مرادوں کو ترک کر دیا؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ آپ نے فرمایا تو مزدلفہ بھی نہیں گیا۔ پھر پوچھا جب تو نے بیت اللہ کا طواف کیا تو کیا تو نے باطن کی آنکھ سے تنزیہہ کے مقام پر حضرت حق سبحانہٗ کے جمال کے لطائف کو بھی دیکھا؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ تو آپنے فرمایا تو نے طواف بھی نہیں کیا۔ پھر پوچھا جب تو نے صفا و مروہ کے درمیان سعی کی تو کیا تو نے صفا و مروہ کا درجہ معلوم کر لیا؟۔

اس نے جواب دیا نہیں ۔ آپ نے فرمایا تو نے سعی بھی نہیں کی ۔ پھر پوچھا کہ جب منیٰ میں آیا کیا تیری آرزوئیں تجھ سے ساقط ہوگئیں ؟ اس نے جواب دیا نہیں ۔ تو آپ نے فرمایا کہ تو ابھی منیٰ میں نہیں گیا ۔ پھر پوچھا کہ جب تو قربان گاہ میں آیا اور قربانی کی تو کیا تو نے اپنی نفسانی خواہشات کی قربانی کی ؟ اس نے جواب دیا نہیں ۔ آپ نے فرمایا تو نے قربانی بھی نہیں کی ۔ پھر پوچھا کہ جب تو نے کنکریاں پھینکیں تو کیا جو کچھ تیرے ساتھ نفسانی امور تھے اُن سب کو تو نے پھینک دیا ؟ اُس نے جواب دیا نہیں تو آپ نے فرمایا کہ تو نے ابھی کنکریاں بھی نہیں پھینکیں اور حج بھی نہیں کیا ۔ واپس لوٹ جا اور آئندہ اس طرح حج کر تاکہ تو بھی مقام ابراہیم پہنچ جائے ۔

(کشف المحجوب)

نفرت

ایک مرتبہ خواجہ حسن بصریؒ دریائے دجلہ کے ساحل پر سے گذر رہے تھے ۔ دریا میں طغیانی تھی ، ہوا بھی تیز چل رہی تھی ، انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص دریا کے کنارے بیٹھا ہے اور اسکے زانوں پر سر رکھ کر ایک عورت بیٹھی ہوئی ہے ۔ اس شخص نے صراحی سے کوئی چیز عورت کو پلائی اور اسکے بعد خود بھی اسے پیا ۔ خواجہ حسن بصریؒ سے اس شخص کی نظر یں چار ہوئیں ۔ آپ نے نفرت سے اپنا منہ پھیر لیا ۔ ۔ ۔

اور آگے بڑھ گئے ۔

خواجہ صاحب کچھ دور ہی گئے ہونگے کہ یکایک دریا میں شور بلند ہوا ۔ ایک کشتی اُلٹ گئی تھی اور وہ مدد کے لیئے چلا رہے تھے ۔ وہ نامعلوم شخص اُس عورت کو چھوڑ کر اُٹھ کھڑا ہوا ۔ اور وہ دریا کیطرف دوڑ پڑا اور بلا خطر دریا میں کود پڑا ۔ وہ ایک ماہر تیراک تھا بڑی تیزی سے لوگوں کو بچا بچا کر کنارے پر لاتا اور دوسروں کو بچانے کیلیئے دوبارہ پانی میں اُتر پڑتا ۔

کشتی میں دس سوار تھے ۔ نو کو وہ یکے بعد دیگرے بچا چکا تھا دسواں باقی تھا ۔ اُسے چونکہ تھوڑا بہت تیرنا آتا تھا ، اسلیئے وہ ڈوبا نہیں تھا ، لیکن وہ گھبراہٹ میں ٹھیک طرح سے تیر نہیں پا رہا تھا ۔ خواجہ حسن بصریؒ دور کھڑے حیرت سے یہ منظر دیکھ رہے تھے ، کہ وہ شخص انکی طرف گیا اور ان سے مخاطب ہو کر کہنے لگا ۔

حضرت ! نو آدمیوں کو تو میں بچا چکا ہوں ، اب یہ دسویں کو آپ نکالیئے ۔ خواجہ حسن بصریؒ اس کی بات پر خاموش رہے ۔ کوئی جواب ان سے بن نہیں پڑا ۔ وہ شخص مزید کہنے لگا ، یہ عورت جو ساحل پر بیٹھی ہے یہ میری ماں ہے ۔ میں انہیں لیئے جا رہا تھا کہ انکی طبیعت اچانک خراب ہو گئی ۔ میں انہیں کنارے پر لٹا کر صراحی میں دجلہ کا پانی لے آیا ۔ انہیں پلایا اور خود بھی پیا ۔ آپنے مجھے دیکھا اور پتہ نہیں کیا سمجھ کر حقارت سے دوسری طرف منہ پھیر لیا

کسی کے بارے میں کوئی رائے قائم کرنے میں عجلت نہیں کرنی چاہیے۔
خواجہ حسن بصریؒ سراپا ندامت بنے اس اجنبی کی طرف دیکھ رہے
تھے کہ وہ ایک مرتبہ پھر دریا کی طرف روانہ ہو گیا۔
دیکھتے ہی دیکھتے اس نے آخری شخص کو بھی دریا سے نکال
لایا اور اپنی راہ کو لے کر آگے بڑھ گیا۔
خواجہ حسن بصریؒ وہیں سجدے میں گر پڑے اور گڑگڑا گڑگڑا
کر خدا سے اپنی بھول کی معافی مانگی۔

انسانی ہمدردی

حضرت ابوجہم بن حذیفہ رضؓ کہتے ہیں کہ یرموک کی لڑائی میں اپنے چچا زاد بھائی کی تلاش میں نکلا کہ وہ لڑائی میں شریک تھے اور ایک مشکیزہ پانی کا میں نے اپنے ساتھ لیا کہ ممکن ہے کہ وہ پیاسے ہوں تو پانی پلاؤں۔ اتفاق سے وہ ایک جگہ اس حالت میں پڑے ہوئے ملے کہ دم توڑ رہے تھے اور جانکنی شروع تھی۔ میں نے پوچھا پانی کا گھونٹ دوں۔ انہوں نے اشارے سے ہاں کی۔ اتنے میں دوسرے صاحب نے جو قریب ہی پڑے تھے اور وہ بھی مرنے کے قریب تھے آہ کی۔ میرے چچا زاد بھائی نے آواز سنی تو مجھے انکے پاس جانے کا اشارہ کیا۔ میں انکے پاس لے کر گیا وہ ہشام رضؓ بن ابی العاص تھے۔ انکے پاس پہنچا ہی تھا کہ انکے قریب ایک تیسرے صاحب اسی حال میں دم توڑ رہے تھے۔ انہوں نے آہ کی۔

ہشام رضؓ نے مجھے انکے پاس جانیکا اشارہ کر دیا۔ میں انکے پاس پانی لیکر پہنچا تو انکا دم نکل چکا تھا۔ ہشام رضؓ کے پاس واپس آیا تو وہ بھی جان بحق ہو چکے تھے۔ انکے پاس سے اپنے بھائی کے پاس پہنچا تو اتنے میں وہ بھی ختم ہو چکے تھے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔
(درابیہ)

انسان کی تلاش

مولانا روم اپنی مثنوی میں لکھتے ہیں: کہ کل رات کا واقعہ ہے کہ ایک ضعیف العمر آدمی چراغ لئے شہر کے گرد گھوم رہے تھے۔ اور اندھیری رات میں کچھ تلاش کر رہے تھے، میں نے کہا کہ حضرت سلامت آپ کیا تلاش کر رہے ہیں۔ فرمانے لگے کہ مجھے انسان کی تلاش ہے، میں چوپایوں اور درندوں کے ساتھ رہتے رہتے عاجز آگیا ہوں۔ میرا پیمانہ صبر لبریز ہو چکا ہے۔ اب مجھے ایک ایسے انسان کی تلاش ہے جو خدا کا شیرا اور مرد کامل ہو، میں نے کہا بزرگوار! اب آپکا آخری وقت ہے، انسان کو آپ کہاں تک ڈھونڈیں گے، اس عنقا کا ملنا آسان نہیں۔ میں نے بہت ڈھونڈا ہے لیکن نہیں پایا۔

ان بزرگ نے جواب دیا کہ میری ساری عمر کی عادت یہ ہے کہ جب کسی چیز کو سنتا ہوں کہ وہ نہیں ملتی تو اس کو اور زیادہ تلاش کرتا ہوں۔ تم نے مجھے اب اس بات پر آمادہ کر دیا کہ میں اس گمشدہ انسان کو اور زیادہ ڈھونڈوں اور اسکی تلاش سے کبھی باز نہ آؤں۔

ہم تو سمجھتے تھے کہ انسان کی ایک ہی قسم ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسانوں کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جو دیکھنے میں انسان ہے لیکن حقیقت میں انسان نہیں۔ اور دنیا میں ہمیشہ انہیں لوگوں کی کثرت رہی ہے۔ دوسرے گروہ جو انسان ہیں اور وہ کبھی ایسے گم ہو جاتے ہیں کہ انکو چراغ لے کر ڈھونڈنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

افضل ترین عبادت

اسلام صرف عبادت و ریاضت ہی تک محدود نہیں ہے۔ بلکہ اسلام یہ بھی چاہتا ہے کہ اسکے متبعین مخلوقِ خدا کی خدمت کو بھی عبادت و ریاضت ہی کی اہمیت دیں۔ اسی لیے اسلام نے خدمتِ خلق پر زیادہ زور دیا ہے۔

حدیث میں آیا ہے!

وہ قیامت کے دن ایسا ہوگا کہ خدا انسان سے کہے گا۔ اے ابن آدم میں بیمار ہو گیا تھا مگر تو نے میری بیمار پرسی نہیں کی۔ بندہ متعجب ہو کر کہے گا۔ پروردگار بھلا ایسا کیونکر ہو سکتا ہے۔ تو تو رب العالمین ہے خدا فرمائے گا کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہو گیا تھا۔ مگر تو نے اس کی خبر نہیں لی۔ اگر تو اس کی بیمار پرسی کے لیے جاتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ اسی طرح خدا فرمائے گا، اے ابن آدم میں نے تجھ سے

کھانا مانگا مگر تو نے نہیں کھلایا۔ بندہ عرض کرے گا یہ
کیسے ہو سکتا ہے کہ میں تجھے کھانا کھلاتا کیونکہ تو۔
خود رب العالمین ہے (جو سب کو روزی دیتا ہے)
خدا فرمائے گا کیا تجھے یاد نہیں کہ فلاں میرے۔
بھوکے بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا اور تو نے۔
کھلانے سے انکار کر دیا تھا۔ اگر تو کھلاتا تو مجھے۔
اس کے پاس پاتا۔ ویسے ہی خدا فرمائے گا۔
اے ابن آدم میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا مگر۔
تو نے مجھے پانی نہیں پلایا۔ بندہ عرض کرے گا۔
بھلا ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ تجھے پیاس لگے تا
تو خود پروردگار عالم ہے۔ خدا فرمائے گا میرے
فلاں پیاسے بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا مگر
تو نے اسے پانی نہیں پلایا۔ اگر تو اسے پانی پلاتا
تو اس کے پاس مجھے پاتا"

(صحیح مسلم)

اسلام نے مخلوقِ خدا کی خدمت کو بڑی سعادت قرار دیا ہے۔ حضور
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مخلوقِ خدا کی خدمت کرتا ہے
وہ گویا خدا ہی کی خدمت کرتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے یہ
خدمت عبادت و ریاضت سے بھی کہیں زیادہ اہم ہے۔

خداوند کا دروازہ

ایک عورت باغ میں انگور خریدنے گئی۔ قحط کا زمانہ تھا۔ باغبان نے کہا میری مراد پوری کر دے تو تجھکو غلہ و کپڑا اور انگور دوں گا۔ عورت نے قبول کیا۔ باغبان نے کہا جاؤ باغ کے دروازے بند کر آؤ۔ عورت گئی اور دروازے بند کر آئی۔ باغبان نے پوچھا کہ دروازے بند کر دیئے۔ عورت نے کہا ہاں! بند کر دیئے مگر ایک دروازہ بند کر نہ سکی۔ باغبان نے پوچھا کہ وہ کونسا ہے؟ عورت نے کہا کہ وہ خداوند کا دروازہ ہے اگر لاکھ دروازے بند کر دیئے گئے تب بھی وہ دروازہ کھلا رہے گا۔

باغبان نے ایک چیخ ماری اور توبہ کرلی۔ اس عورت کو کچھ مال غلہ اور کپڑا دے کر رخصت کیا۔ ہاتف غیب نے آواز دی کہ ہم نے دونوں کو بخشا اور دونوں سے خوش ہوئے۔

(آثار سعید)

ایک حدیث پر عمل

حضرت امام یزید بن ہارونؒ شہر واسط کے رہنے والے تھے، بہت بڑے عابد و زاہد اور محدث و فقیہہ تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حدیث کی تحصیل و طلب میں کئی سال اپنے گھر والوں سے جدا رہا، ایک زمانے کے بعد جب واپس گیا اور بغداد پہنچا تو پتہ چلا کہ مقام عسکر میں ایک تابعی موجود ہیں، اور میں ان سے حدیث کی روایت کی نیت سے انکے پاس گیا۔

انہوں نے کہا مجھ سے حضرت انس بن مالک رضؓ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، جسے اللہ تعالیٰ کسی ابتلا اور آزمائش میں ڈالے وہ صبر کرے، پھر صبر کرے، پھر صبر کرے۔ تابعی نے یہ حدیث بیان کر کے کہا کہ یہ حدیث میں نے تمہارے علاوہ کسی اور سے بیان نہیں کی ہے۔ اسکے بعد اپنے وطن واسط آیا رات کو گھر پہنچا، سوچا کہ نا وقت دروازہ کھٹکھٹانے سے گھر والوں کو تکلیف ہو گی اسلئے خود ہی دروازہ کھول کر اندر گیا۔ اس وقت میری بیوی اور گھر کے دوسرے لوگ چھت پر سو رہے تھے۔ میں چھت پر گیا اور دیکھا کہ میری بیوی کے پہلو میں ایک نوجوان سویا ہوا ہے۔ یہ دیکھ کر میں نے پتھر اٹھایا اور اس نوجوان کو مارنا چاہا، پھر اس تابعی کی حدیث یاد آگئی اور صبر سے کام لیا، غصے کی وجہ سے بے قابو تھا دوبارہ پتھر اٹھایا پھر وہ حدیث یاد کر کے رک گیا۔ پھر تیسری بار یہی صورت ہوئی اتنے میں میری بیوی جاگ گئی اور نوجوان کو جگا کر کہا، قم الی ابیک، یعنی اٹھو تمہارے ابا آ گئے۔ اب مجھے خیال آیا کہ میں اپنی بیوی کو حاملہ چھوڑ کر گیا تھا، اور یہ میرا نوجوان بیٹا ہے۔

فعلمت ان ذالک من برکة العسکری۔

اور مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ عسکری تابعی کی بیان کردہ حدیث کی برکت ہے۔۔

(آثار البلاد قزوینی ص۸۰م)

اس پل پر یا اُس پل پر

ملک شاہ سلجوقی کی سواری ایک روز ایک پل سے گذر رہی تھی
ایک بڑھیا وہاں آکر کھڑی ہوگئی۔ بادشاہ اسکے قریب پہنچا تو بڑھیا
نے پکار کر کہا: اے بادشاہ بتا تیرا اور میرا انصاف اس پل پر ہوگا
یا اُس پل پر۔ ملک شاہ پر اس جملہ کا بے حد اثر ہوا اور وہ گھبرا کر
سواری سے اتر پڑا اور کہا! اُس پل پر کس کی ہمت ہے کہ کھڑا ہو
سکے۔ بہتر یہ ہے کہ میرا اور تمہارا حساب اس پل پر ہو جائے۔
اسکے بعد بڑھیا نے بتایا کہ سپاہیوں نے اسکی گائے پکڑ کر ذبح
کردی ہے۔ میں تم سے اس ظلم کا انصاف چاہتی ہوں۔ ملک
شاہ سلجوقی وہیں ٹھہر گیا اور معاملہ کی تحقیق شروع کردی جب
ثابت ہوگیا کہ شکایت صحیح ہے تو اس نے اسی وقت مجرموں کو
سزا دی۔ اسکے بعد اس نے بڑھیا سے معافی مانگی اور گائے کی
اصل قیمت سے بہت زیادہ معاوضہ دیکر بڑھیا کو راضی کیا۔

رشتہ کا انتخاب

سعید بن مسیبؒ جلیل القدر
تابعی تھے۔ حدیث و فقہ کے امام تھے۔ انکی ایک حسین و جمیل لڑکی
تھی۔ قرآن و سنت کی حافظ اور نہایت ہی سلیقہ شعار۔

خلیفہ عبدالملک نے اپنے صاحبزادے ولید کا پیغام حضرت سعید بن مسیّب کے ہاں بھیجا، حضرت نے صاف انکار کردیا۔ ان کی نگاہ میں دنیاوی جاہ وجلال کی کوئی وقعت نہ تھی۔ خلیفہ کو یہ انکار سخت ناگوار گزرا اور حضرت پر دباؤ ڈالنا شروع کیا۔ اپنے جگر گوشے کی عاقبت کے لیے ہر طرح کی مصیبتیں برداشت کیں۔ خلیفہ ہر طرح کی کوشش کرکے آخرکار مایوس ہوگئے۔

حضرت سعید بن مسیّب اپنے مکان ہی پر حدیث کا درس دیتے تھے۔ طلبا دور دور سے آتے انہیں طلبہ میں ایک نہایت غریب شخص ابو وداعہ بھی تھے۔ یہ توجہ سے حدیث کا علم سیکھتے اور پابندی سے درس میں شریک ہوتے، اور بڑی توجہ سے حدیث کا علم سیکھتے۔ انکی نیکی، تقوی اور شوق علم سے حضرت سعید بن مسیّب بہت متاثر تھے۔

ابو وداعہ پابندی سے درس میں آتے۔ ایک بار چند روز کے لئے غیر حاضر ہوگئے۔ سعید بن مسیّب کو فکر ہوئی کہ ابو وداعہ چند روز سے کیوں غائب ہیں۔ دریافت حال کے لئے ایک آدمی بھیجا۔ ابو وداعہ اسی وقت حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سلام کیا اور ادب سے حضرت کی طرف متوجہ ہوکر بیٹھ گئے۔

حضرت سعیدؒ! ابو وداعہ! تم کئی روز سے کہاں غائب رہے؟

ابو وداعہ: (رنجگین آواز میں) حضرت! میری شریک حیات کا انتقال ہوگیا

بچے چھوٹے چھوٹے ہیں، انکی دیکھ بھال اور گھر کا کام کاج سب مجھے ہی کرنا پڑتا ہے، بڑی پریشانی ہے، اسی پریشانی میں آپکے فیض سے بھی محروم رہا۔

حضرت سعیدؒ :۔ اچھا تمہاری شریک حیات کا انتقال ہو گیا۔ تم نے مجھے اطلاع کیوں نہیں کی، میں تجہیز و تکفین میں شریک ہوتا۔

ابو وداعہ :۔ حضرت! میں نے سوچا، آپ مصروف آدمی ہیں، مسجد اور گھر کے سوا کہیں جاتے بھی نہیں، آپ کو کیا زحمت دوں۔ خدا کا شکر ہے سارے کام بخیر و خوبی انجام پا گئے۔

تھوڑی دیر بعد جب سارے طالب علم رخصت ہونے لگے تو ابو وداعہ نے بھی اجازت چاہی، حضرت سعیدؒ نے ان کو اپنے پاس بلایا، کچھ رقم دی اور ہدایت فرمائی کہ تم اس سے اپنا قرض ادا کرو۔ پھر پوچھا۔ کہو تم نے دوسری شادی کی فکر بھی کی ہے یا نہیں؟ ابو وداعہ کا دل بھر آیا، آنکھوں سے آنسو چھلکنے لگے اور بولے۔

حضرت! میں نے قریش کا ایک ایک خاندان چھان مارا اور ایک ایک سے درخواست کی، مگر کسی نے میرا پیغام قبول نہ کیا، میرے پاس جائیداد ہے نہ مال و دولت، میں ایک نادار اور فاقہ کش انسان ہوں، پھر چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ میرے پاس تو خدا کی محبت اور خوف کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے۔

اللہ اکبر! لوگ تمہیں صرف اسلیئے قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں کہ تم نادار اور مفلس ہو، خدا گواہ ہے تم معمولی آدمی نہیں ہو، تمہارے پاس دین کی دولت ہے، علم دین کا جذبہ ہے، اور حضرت سعیدؒ ایک سرد آہ بھر کر خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد سر اُٹھایا اور ابو وداعہ کے کندھے پر شفقت سے ہاتھ رکھتے ہوئے بولے، ابو وداعہ تم تیار رہو، میں اپنی فرزندی میں لے جانا چاہتا ہوں۔
ابو وداعہ کو اپنے کانوں پر یقین نہ آیا۔ وہ خلافِ امید یہ خوشخبری سُنکر حیران رہ گئے اور انکی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا جواب دیں۔

حضرت نے پھر ابو وداعہ کو متوجہ کیا اور کہا بیٹے! بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟

حضرت اُس سے بڑھکر میری خوش نصیبی اور کیا ہو گی کہ آپ مجھے اپنی سرپرستی میں قبول فرمالیں۔ ابو وداعہ نے کہا۔

حضرت نے اسی وقت کچھ لوگوں کو بلوایا اور انکی موجودگی میں چند درہم مہر پر ابو وداعہ سے اپنی پیاری لڑکی کا نکاح پڑھ دیا۔ اس لڑکی کا نکاح جس کے لئے خلیفہ عبدالملک کے ظلم وستم سہے لیکن کسی طرح تیار نہ ہوئے۔

نکاح ہو گیا، خوشی سے جھومتے ہوئے گھر پہنچے۔ ماں نے اس واقعہ کو سُنا تو دیر تک خدا کا شکر ادا کرتی رہیں۔

ابو وداعہ رخصتی کے لئے ضروری سامان کی فکر میں تھے۔ رمضان کا مہینہ تھا

روزہ افطار کر کے سوچتے بیٹھے تھے کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔
ابو وداعہ نے پوچھا کون ؟
یہ تو حضرت سعیدؒ تھے۔ وہ تو اپنے گھر اور مسجد کے سوا کہیں جاتے ہی نہیں۔ فوراً دروازے پر پہنچے۔ حضرت سعیدؒ کھڑے مسکرا رہے ہیں۔ نظریں چار ہوئیں اور حضرت سعیدؒ نے فوراً کہا، السلام علیکم۔
ابو وداعہ: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ! حضرت، آپ نے مجھے بلوایا ہوتا، آپ نے کیوں زحمت فرمائی۔
حضرت: بیٹے! کوئی حرج نہیں۔ میں نے سوچا کہ تمہاری بیوی موجود ہے، تو تم رات تنہا کیوں بسر کرو۔ تمہاری بیوی کو لیکر آیا ہوں۔ یہ کہا اور لڑکی کو اشارہ کر کے گھر کے اندر داخل کر دیا، اور رخصت لے کر اسی وقت واپس ہو گئے۔
ابو وداعہ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی وہ خوشی کے عالم میں اپنی چاند سی بیوی کو لے کر ماں کے پاس پہنچے، ماں نے اسی وقت پڑوسیوں میں خوشی کا اعلان کر دیا کہ مدینے کے امام حضرت سعید بن مسیبؒ نے اپنی پیاری بیٹی کا نکاح میرے لڑکے ابو وداعہ کے ساتھ کر دیا ہے۔ اور ابھی ابھی اس پری پیکر کو میرے گھر پہنچا گئے ہیں۔
ابو وداعہ کی ماں نے دولہن کو سنوارا، بیٹے کو مبارکباد دی۔ اور پڑوسیوں نے بھی مبارکباد دی۔ اور سب حیران تھے کہ آخر سعید بن مسیبؒ جیسے عظیم شخص نے ابو وداعہ کو کیسے منتخب کر لیا۔

اور جب حضرت ابو وداعہؓ کی ملاقات اس چاند کے ٹکڑے سے ہوئی تو دیکھا کہ انکی رفیقۂ حیات قرآن و سنت کی حافظ، علم و تہذیب سے آراستہ ایک فرشتہ صفت حسن و جمال کا پیکر حور ہے۔ ابو وداعہؓ کا دل خوشی اور نور سے جگمگا اٹھا۔

ایک راز

کابل کا ایک بادشاہ امیر دوست محمدؒ گزرا ہے۔ یہ بادشاہ بہت دیندار، اور پرہیزگار تھا۔ اتفاقاً ایک بار کابل پر ایک غنیم نے چڑھائی کی تو بادشاہ نے مقابلے کیلیئے فوج بھیجی اور شاہزادے کو فوج کا سپہ سالار بنا کر بھیجا۔ چند روز کے بعد خبر آئی کہ بادشاہ کی فوج کو شکست ہو گئی۔ غنیم ملک کی حدود میں گھس آیا اور شہزادہ بھاگا ہوا آرہا ہے۔ غنیم شہزادے کے تعاقب میں ہے۔ بادشاہ کو بہت صدمہ ہوا۔ اسی حالت غم میں وہ اپنے محل سرا میں داخل ہوا، رنجیدگی کے آثار دیکھکر بیگم نے رنج و غم کا سبب پوچھا، کیا بات ہے بادشاہ سلامت کے مزاج کیسے ہیں؟ کیوں گھبرا رہے ہیں؟ بادشاہ نے کہا کئی باتوں کا صدمہ ہے۔ ایک یہ غنیم ملک میں گھس آیا ہے۔ دوسرے شہزادے کو شکست ہو گئی فوج اور ملک کا نقصان اور شکست کی رسوائی۔ بیگم نے کہا یہ سب جھوٹی اور غیر معتبر باتیں ہیں۔ آپ رنجیدہ نہ ہوں۔ بادشاہ نے کہا یہ تو سی۔ آئی۔ ڈی کی خبر ہے۔ بیگم بولی جھوٹ ہے۔ یہ تو ہو سکتا ہے کہ شہزادہ سینے پر گولی کھائے اور شہید ہو جائے۔

بھاگ کر پشت پر گولی نہیں کھا سکتا۔ بادشاہ نے کہا بول تو سرکار محکمہ اطلاعات کی خبر ہے جو غلط ہو نہیں سکتی۔ بیگم نے جواب دیا یہ کسی بھی محکمے کی اطلاع ہو غلط افواہ ہے آپ مطمئن رہیں بادشاہ یہ کہہ کر باہر چلا گیا کہ عورت ذات سے کون الجھے یہ تو مرغ کی ایک ہی ٹانگ گائے جا رہی ہے۔

تیسرے دن بادشاہ محل میں داخل ہوا تو نہایت ہی ہشاش بشاش تھا۔ بیگم نے خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے کہا کیا بات آج تو بادشاہ سلامت بہت مسرور نظر آ رہے ہیں۔ بادشاہ نے جواب دیا تمہاری بات سچی نکلی۔ اللہ تعالیٰ تمہاری زبان مبارک کی شہزادہ کامیابی کے ساتھ واپس آ رہا ہے۔ بیگم نے کہا خدا کا شکر ہے کہ خدا نے مجھ ناتوان بندی کی لاج رکھ لی۔

بادشاہ نے دریافت کیا اچھا یہ بتلاؤ تمہیں یہ کیسے معلوم ہو گیا تھا کہ یہ شکست کی خبر بالکل غلط ہے۔ کہا کہ میں یہ بات نہ بتلاؤنگی اس میں ایک راز ہے۔ راز شوہر سے چھپایا جائے تعجب کی بات ہے۔ ممکن ہے کہ اس راز کا علم میرے لئے مفید ہو۔ بادشاہ کے اصرار پر مجبور ہو کر بیگم نے وہ راز ظاہر کیا۔

بیگم نے کہا جب شہزادہ میرے پیٹ میں آیا تو میں نے عہد کر لیا تھا کہ حلال رزق کھاؤنگی۔ حرام اور مشتبہ سے قطعی پرہیز کرونگی۔ چنانچہ میں نے نو ماہ تک لقمۂ حلال اور غیر مشتبہ رزق ہی کھایا ہے۔

حرام اور مشتبہ میرے قریب تک نہ آسکا۔ اور کہا کہ حرام اور مشتبہ لقمے سے ناپاک خون اور گوشت پیدا ہوگا اور اس سے افعال اور اعمال بھی ناپاک ہی سرزد ہونگے۔ اسی سے نافرمانیاں اور بدکاریاں عمل میں آئیں گی۔ اور ناپاک افعال میں سے بزدلی بھی ہے۔ اور جو خون حلال اور طیب روزی سے پیدا ہوتا ہے اس سے پاک اعمال صادر ہوتے ہیں اور پاکیزہ اعمال میں شجاعت اور بہادری بھی ہے۔ جس کا اثر اور نتیجہ یہ ہے کہ سینے پر گولی کھا سکتا ہے پشت پر نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ جس وقت یہ پیدا ہوا تو میں نے اس کو کسی دودھ پلانے والی کے سپرد نہیں کیا بلکہ اس کو خود ہی دودھ پلا کر پرورش کیا۔
دودھ پلانے کے دوران میں ہمیشہ اس بات کا اہتمام کرتی رہی کہ دودھ پلانے سے پہلے وضو کرتی اور دو رکعت نماز ادا کرتی اس کے بعد اس کو دودھ پلانے کے لیے چھاتی سے لگاتی تھی اور اس مدت میں لقمہ حلال اور پاکیزہ روزی کا سخت اہتمام کرتی تھی انہیں وجوہات کی بنا پر میں نے دعویٰ کیا تھا کہ شہزادے کا بزدلوں کی طرح پشت دکھا کر بھاگ آنا ممکن نہیں۔

اِسی مصنّف کی دیگر تصانیف

۳۔ مختصر تاریخ عالم	قیمت	5-00
۴۔ شعارِ نور	"	4-00
۵۔ لمعات ایمانی	"	4-00
۶۔ فردوس نظر	"	3-00
۷۔ انسانیت کے چراغ	"	4-00
۸۔ پہلی منزل	"	3-50
۹۔ دُرِ بے بہا	"	5-00
۱۰۔ گوہر نایاب	(زیر طبع)	
۱۱۔ نوری چہل حدیث	(زیر طبع)	

تلگو اڈیشن

۱۲۔ کفن ودفن	قیمت	1-00
۱۳۔ کانتی کرانمو	"	5-50
۱۴۔ ماتا واتا دیمیو	"	4-00
۱۵۔ کانتی سکھرالو	(زیر طبع)	

ملنے کے پتے

۱۔ ظفر بکڈپو 64-49-10 کاولی 01 42 52

۲۔ رحیمیہ بک ڈپو گنٹور۔

۳۔ ضیاء برادرس۔ کرنول۔

۴۔ ادارہ دعوت القرآن۔ دیوبند۔ یوپی۔